رسمیاتِ مقالہ نگاری کی معیار بندی: تحقیقی مقالے کے اجزا پر اردو میں دستیاب مآخذ کا تنقیدی مطالعہ

Standardization of the formatting of Research Thesis Writing: A critical study of sources available in Urdu on the components of a research thesis

مقالہ برائے ایم فل (اردو)

مقالہ نگار:

ذیشان مرتضیٰ

فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اگست 2024

رسمیاتِ مقالہ نگاری کی معیار بندی: تحقیقی مقالے کے اجزا پر اردو میں دستیاب مآخذ کا تنقیدی مطالعہ

Standardization of the formatting of Research Thesis Writing: A critical study of sources available in Urdu on the components of a research thesis

مقالہ نگار

ذیشان مرتضیٰ

یہ مقالہ

ایم فل (اردو)

کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا۔

فیکلٹی آف لینگویجز

(اردو زبان و ادب)

فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اگست 2024

مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

زیرِ دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے۔ وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف لینگویجز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان: تحقیقی مقالے کے اجزا پر اردو میں دستیاب مآخذ کا تنقیدی مطالعہ

پیش کار: ذیشان مرتضیٰ

رجسٹریشن نمبر: 45 MPhil/Urd/F21

ماسٹر آف فلاسفی

(اردو زبان و ادب)

ڈاکٹر عابد حسین سیال ____________________

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر جامی ____________________

ڈین فیکلٹی آف لینگویجز

تاریخ ____________________

اقرار نامہ

میں ذیشان مرتضیٰ حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا کام میرا ذاتی ہے اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کے ایم فل سکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر عابد حسین سیال کی زیر نگرانی کیا گیا ہے۔ میں نے یہ کام کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا ہے اور نہ ہی آئندہ کروں گا۔

ذیشان مرتضیٰ

مقالہ نگار

فہرست ابواب

عنوان	صفحہ نمبر
مقالے کے دفاع کی منظوری کا فارم	iii
اقرار نامہ	iv
فہرست ابواب	v
Abstract	ix
اظہارِ تشکر	x
باب اول: تعارف اور بنیادی مباحث	01
الف۔ تمہید	01
1۔ موضوع کا تعارف	01
2۔ بیان مسئلہ	01
3۔ مقاصد تحقیق	02
4۔ تحقیقی سوالات	02
5۔ نظری دائرہ کار	02
6۔ تحقیقی طریقہ کار	03
7۔ مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق	03
8۔ تحدید	04
9۔ پس منظری مطالعہ	04
10۔ تحقیق کی اہمیت	05
ب۔ تحقیقی مقالے کے اجزا: تعارفی مباحث	05
حوالہ جات	26
باب دوم: مآخذ کے لحاظ سے تحقیقی مقالے کے اجزا کے مباحث	27

الف۔ قدیم ماخذات کے مباحث 27
ب۔ ابتدائی ماخذات کے مباحث 31
ج۔ جدید ماخذات کے مباحث 48
د۔ جامعاتی و غیر جامعاتی ماڈل فارمیٹس 63
حوالہ جات 68
باب سوم: اجزا کے لحاظ سے مآخذ کے مباحث 69
حوالہ جات 87
ماحصل / ماڈل فارمیٹ 89
نتائج 93
سفارشات 96
کتابیات 97

ABSTRACT

Standardization of the formatting of Research Thesis Writing: A critical study of sources available in Urdu on the components of a research thesis

In the realm of Urdu research, there exists considerable scholarly debate regarding the components, presentation, and organization of research papers. These discussions reveal significant differences and commonalities, particularly in the number, order, and nomenclature of these components. Such inconsistencies create challenges for novice researchers, especially when navigating the varying requirements of research papers across different universities and even across disciplines within the same institution. This study critically examines the available Urdu research sources on the components of a research paper, aiming to develop a standardized, scientifically grounded format that aligns with contemporary research principles. By focusing on the practices employed at the National University of Modern Languages (NUML), Islamabad, this research seeks to establish a framework that meets the demands of modern scholarship while ensuring the presentation of high-quality research papers across different periods and disciplines of Urdu research.

اظہارِ تشکر

انسان زندگی میں بعض دفعہ ایسے مسائل اور الجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے کہ جن کا حل جس قدر آسان لگ رہا ہوتا ہے اتنا ہی دشوار ہوتا ہے۔ لیکن جلد یا بہ دیر ان مسائل کو ایک دن حل ہونا ہی پڑتا ہے۔ چاہے وہ کسی کی موٹیویشن سے حل ہوں، کسی کی مالی و علمی معاونت سے یا کسی چیز کے وقت پر نہ ہونے کے خوف سے۔ تاہم زندگی میں ایسا کوئی در نہیں جو وا نہ ہو، ایسا کوئی پہاڑ نہیں جس کو سر نہ کیا جاسکے اور نہ ہی ایسا کوئی عقدہ ہے جو حل نہ ہو۔ میرا ماننا ہے کہ زندگی میں آپ نے کیا کرنا ہے یہ آپ طے کرتے ہیں لیکن وہ کب ہو گا یہ طے کرنا آپ کا کام نہیں۔

یہی وجہ تھی کہ تحقیقی مقالہ کی تکمیل کا یہ کام بھی روزگار کی فکر اور بیگانے شہر میں رچ بسنے کی خواہش اور دن رات کی تگ و دو کے بعد اک ذرا تاخیر کا شکار رہا لیکن یہ مرحلہ بھی حکمِ خدا سے ایک دن حل ہونا ہی تھا۔ تاہم یہاں یہ وضاحت ضروری ہے۔ بقول شاعر:

ع ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

دورانِ سفر جن لوگوں کی معاونت حاصل رہی ان میں سب سے پہلے میں اپنے اساتذہ اور بالخصوص اپنے نگران ڈاکٹر عابد حسین سیال کا ممنون ہوں جو اس سفر میں میرے لیے خضرِ راہ ثابت ہوئے اور گاہے گاہے میری رہنمائی کی۔ بعد ازاں یارِ غار عمر فاروق سیال کا ممنون ہوں۔ جن کی حوصلہ افزائی کے بغیر اس مرحلے کو عبور کرنا میرے لیے تقریباً ناممکن تھا۔ اپنے ہم جماعت ساتھیوں محمد مدثر، شاہد شوق، فرزانہ خان اور جویریہ مریم کا بھی ممنون ہوں جن کے بلند آواز قہقہے اور مسکراتے ہوئے چہرے دفتر زدہ ذہن اور فائل آلودہ آنکھوں کے لیے تسکین کا باعث ہیں۔

اپنے والدین اور بڑے بھائی صدام حسین کا بھی ممنون ہوں جن کی دعاوں اور ایثار نے مجھے طلبِ علم کی اس منزل تک پہنچنے میں سب سے اہم کردار ادا کیا۔ خدا انھیں سلامت رکھے۔ آمین!

ذی شان مرتضیٰ

باب اول

تعارف اور بنیادی مباحث

الف۔ تمہید

موضوع کا تعارف(INTRODUCTION)

علمائے تحقیق نے اردو تحقیقی مقالے کے اجزا پر مختلف آرا کا اظہار کیا ہے۔ زیرِ نظر موضوع کے تحت اردو میں دستیاب تحقیقی مآخذ میں تحقیقی مقالے کے اجزا کی صورتوں کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ جس میں یہ دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اردو میں دستیاب تحقیقی مآخذ میں تحقیقی مقالے کے اجزا کی تقسیم اور تفصیل میں اشتراکات اور اختلافات کی کون کون سی صورتیں موجود ہیں اور مختلف علمائے تحقیق کے ہاں تحقیقی مقالے کے اجزا کی نوعیت کیا ہے۔

بعض محققین نے تحقیقی مقالے کے اجزا کی تقسیم ہئیت کے اعتبار سے کی ہے اور بعض کے ہاں یہ تقسیم موضوع کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ بعض کے ہاں کے اختلافات ترتیب کی بنیاد پر ہیں اور بعض کے ہاں تعداد کی بنیاد پر تاہم اردو تحقیق کے ہر دور میں تحقیقی مقالے کے اجزا اس دور کے تقاضوں کے عین مطابق ترتیب دیے گئے ہیں۔ اس لیے زیرِ نظر موضوع کے تحت تحقیقی مقالے کے اجزا کی معیاری صورتوں کا تعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور متعلقہ موضوع پر اردو میں دستیاب منابع کے اصل ماخذ تک رسائی حاصل کرنا بھی اس موضوع کا اولین مقصد رہا ہے۔

2۔ بیانِ مسئلہ (THESIS STATEMENT)

اردو تحقیقی ماخذات میں تحقیقی مقالے کے اجزا کی تقسیم اور تفصیل پر علمائے تحقیق کے ہاں مختلف مباحث سامنے آئے ہیں۔ جن میں بہت سے اختلاف و اشتراکات دیکھے گئے۔ اردو تحقیق کے ہر دور میں ان اجزا کی ترتیب، پیش کش، تنظیم اور تعداد ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ زیرِ بحث موضوع کے ذریعے سندی تحقیق پر خاطر خواہ نتائج کے حصول کے لیے ان اجزا کا تجزیہ کیا گیا ہے تاکہ جدید دور میں دیگر سماجی علوم اور اردو میں ہونے والی مروجہ تحقیق میں مقالے کے اجزا کی معیاری صورت معین کی جائے۔ یہی اس تحقیق کا بنیادی نکتہ رہا ہے۔

3۔ مقاصد تحقیق (RESEARCH OBJECTIVES)

تحقیق کے دوران ذیل میں پیش کیے گئے مقاصد پیشِ نظر رکھے گئے ہیں:

1۔ دستیاب اردو تحقیقی مآخذ میں تحقیقی مقالے کے اجزا میں اشتراکات کو سامنے لانا

2۔ دستیاب اردو تحقیقی مآخذ میں تحقیقی مقالے کے اجزا میں اختلافات کو سامنے لانا

3۔ مجوزہ موضوع کے متعلق محققین کے مباحث کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تحقیقی مقالے کے اجزا کی قدروں کا تعین کرنا

4۔ تحقیقی سوالات (RESEARCH QUESTIONS)

دورانِ تحقیق درجہ ذیل سوالوں کو مدِ نظر رکھا گیا:

1۔ دستیاب اردو تحقیقی مآخذ میں تحقیقی مقالے کے اجزا اور اقدار کی نوعیت کیا ہے؟

2۔ دستیاب اردو تحقیقی مآخذ میں تحقیقی مقالے کے اجزا میں مغائرت اور مماثلت کس حد تک ہے؟

3۔ دیگر سماجی علوم میں جدید تصوراتِ تحقیق کی روشنی میں مقالے کے اجزا کی معیاری صورت کیا ہو سکتی ہے؟

5۔ نظری دائرہ کار (THEORETICAL FRAMEWORK)

زیرِ نظر موضوع کے تحت دستیاب اردو تحقیقی مآخذ میں تحقیقی مقالے کے اجزا کا تنقیدی مطالعہ کیا گیا ہے اور دستیاب اردو تحقیقی منابع و مصادر میں تحقیقی مقالے کے اجزا کی نوعیت کا تعین بھی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ان اجزا کے مابین مشترک خصوصیات کو بھی سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس ضمن میں بنیادی مآخذ کے طور پر اردو تحقیق کے مختلف ادوار سے مختلف محققین کا انتخاب کیا گیا ہے۔ جس میں پہلے دور میں سے عبد الرزاق قریشی کی کتاب "مبادیاتِ تحقیق" اور کلبِ عابد کی کتاب "عماد التحقیق"، دوسرے دور میں سے عبد الستار دلوی کی کتاب "ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طرق کار)"، گیان چند جین کی کتاب "تحقیق کا فن" اور سید جمیل احمد رضوی کی کتاب "لائبریری سائنس اور اصولِ تحقیق"، جب کہ تیسرے دور میں عطش درانی کی کتاب "جدید رسمیاتِ تحقیق" اور عبد الحمید خان عباسی کی کتاب "اصولِ تحقیق" بنیادی ماخذ کے طور پر استعمال کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں تحقیقی مقالے کی ترتیب و تنظیم اور پیش کش پر مختلف جامعاتی اور غیر جامعاتی ماڈل فارمیٹس کو بھی مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ نیز یہ بھی سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے کہ محققین نے کونسی کتابوں سے خوشہ چینی اور استفادہ کیا ہے اور وہ اصل مآخذ کونسے ہیں جن کی اصل صورت دھندلا گئی۔ لہٰذا زیرِ بحث موضوع کے ذریعے اس کام کو از سرِ نو تعمیری انجام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔

6۔ تحقیقی طریقہ کار(RESEARCH METHODOLOGY)

زیرِ بحث موضوع کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے ماخذات کے انتخاب کے لیے تاریخی تحقیق(Historical Research)کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ جس کے لیے زمانی اعتبار سے ایک فہرست ترتیب دی گئی جس میں اردو تحقیق کے اوائل دور سے لے کر تا حال تمام موجود ماخذات کو یکجا کیا گیا ہے۔ فہرست کو ترتیب دینے کے لیے مطہر شاہ مہمند کا مضمون "اردو اصولِ تحقیق کی روایت: کتب اور جائزے" سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اگلے مرحلے میں دستاویزی طریقہ کار اختیار کیا گیا اور تحقیقی مقالے کے اجزا پر اردو میں موجود تمام ماخذات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جن میں عبدالرزاق قریشی کی کتاب "مبادیاتِ تحقیق"، کلب عابد کی کتاب "عماد التحقیق"، عبدالستار دلوی کی کتاب "ادبی و لسانی تحقیق و تقابلی اب (اصول اور طریق کار)"، گیان چند کی کتاب "تحقیق کا فن"، سید جمیل احمد رضوی کی کتاب "لائبریری سائنس اور اصولِ تحقیق"، عطش درانی کی کتاب "جدید رسمیاتِ تحقیق" اور عبدالحمید خان عباسی کی کتاب "اصولِ تحقیق" وغیرہ کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف تحقیقی مضامین اور دیگر ماخذات کا مطالعہ بھی کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں زیرِ بحث موضوع میں دستیاب اردو منابع کا فرداً فرداً مطالعہ کیا گیا ہے جس کے لیے حسبِ ضرورت استقرائی طریقہ تحقیق اختیار کیا گیا۔

7۔ مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق(WORKS ALREADY DONE)

زیرِ بحث موضوع میں تحقیقی مقالے کے اجزا کو اردو میں دستیاب ماٰخذ کی روشنی میں جانچا اور پرکھا گیا ہے۔ مجوزہ موضوع کے ذریعے تحقیقی مقالے کے اجزا کی تقسیم اور تفصیل کی مختلف صورتوں کو بھی سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تحقیق کے دیگر مباحث کو زیرِ بحث لایا جاتا رہا ہے تاہم متعلقہ موضوع سے قریب تر تحقیقی کام پر اردو تحقیق میں چند ایک ماٰخذ ہی موجود تھے جن میں اردو کے قدیم دور سے عبدالرزاق قریشی کی کتاب "مبادیاتِ تحقیق" اور کلبِ عابد کی کتاب "عماد التحقیق" سے مطالعہ کیا گیا۔ اردو تحقیق کے ابتدائی دور سے عبدالستار دلوی کی کتاب "لسانی و ادبی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)"، گیان چند جین کی کتاب "تحقیق کا فن" اور سید جمیل کی کتاب "لائبریری سائنس اور اصولِ تحقیق" مطالعہ کے لیے پیش نظر رہیں۔ جب کہ اردو تحقیق کے جدید دور سے عطش درانی کی کتاب "جدید رسمیاتِ تحقیق"، عبدالحمید عباسی کی کتاب "اصولِ تحقیق" اور نثار احمد زبیری کی کتاب "تحقیق کے طریقے" وغیرہ کے مطالعہ کے ساتھ مختلف جامعاتی و غیر جامعاتی ماڈل فارمیٹس اور تحقیقی خاکوں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ تاہم تحقیقی مقالے کے اجزا کی

ترتیب و تنظیم سے متعلق اب تک انفرادی اور اجتماعی سطح پر ایسا کام موجود نہیں جس پر عمل کر کے صحت مند تحقیقی عمل کی طرف پیش رفت کی جاسکے۔

8۔ تحدید (DELIMITATION)

زیرِ بحث موضوع کے تحت اردو میں دستیاب تحقیقی مآخذ میں تحقیقی مقالے کے اجزا کا تنقیدی مطالعہ کیا گیا ہے۔ جس میں زیر بحث موضوعِ تحقیق، تحقیقی طریق کار کے دیگر مباحث کو زیرِ بحث نہیں لایا گیا۔ مذکورہ موضوع کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے اردو تحقیق کو تین ادوار میں منقسم کیا گیا ہے۔ پہلے دور (ابتدا سے 1980ء تک) کو تحقیقی مقالے کے اجزا کی تعداد کے اعتبار سے، دوسرے دور (1981ء سے 2000ء) کو اجزا کی ترتیب کے اعتبار سے جب کہ تیسرے دور (2001ء سے تا حال) کو تحقیقی مقالے کے اجزا کی فی زمانہ ضرورت اور تقاضوں کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔

بنیادی طور پر جن کتب کو شامل کیا گیا ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ عبد الرزاق قریشی کی کتاب "مبادیاتِ تحقیق"، کلبِ عابد کی کتاب "عماد التحقیق"، عبد الستار دلوی کی کتاب "لسانی وادبی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)"، گیان چند جین کی کتاب "تحقیق کا فن"، سید جمیل کی کتاب "لائبریری سائنس اور اصولِ تحقیق"، عطش درانی کی کتاب "جدید رسمیاتِ تحقیق"، عبد الحمید عباسی کی کتاب "اصولِ تحقیق" اور نثار احمد زبیری کی کتاب "تحقیق کے طریقے" وغیرہ پیشِ نظر رہیں۔

9۔ پس منظری مطالعہ (LITERATURE REVIEW)

زیرِ تحقیق موضوع کا بنیادی نکتہ تحقیقی مآخذ میں موجود تحقیقی مقالے کے اجزا کا تنقیدی مطالعہ ہے جس کے لیے درج ذیل کتب پس منظری مطالعہ کے لیے کلیدی اہمیت کی حامل ہیں۔ جس میں تحقیقی مقالے کے اجزا سے متعلق مختلف علمائے تحقیق (خواہ ان کا تعلق اردو زبان سے ہو یا کسی اور زبان سے) کے مباحث شامل ہیں جو تحقیقی مقالے کے اجزا کو سمجھنے کے لیے نہایت موزوں ہیں۔ اس کے علاوہ ذیل میں بیان کی گئی کتب بھی اس کام کو سرانجام دینے کے لیے نہایت مفید اور معاون ہیں۔ جن میں اردو کے قدیم دور سے عبد الرزاق قریشی کی کتاب "مبادیاتِ تحقیق" اور کلبِ عابد کی کتاب "عماد التحقیق" سے مطالعہ کیا گیا۔ اردو تحقیق کے ابتدائی دور سے عبد الستار دلوی کی کتاب "لسانی وادبی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)"، گیان چند جین کی کتاب "تحقیق کا فن" اور سید جمیل کی کتاب "لائبریری سائنس اور اصولِ تحقیق" مطالعہ کے لیے پیش نظر رہیں۔ جب کہ اردو تحقیق کے جدید دور سے عطش درانی کی کتاب "جدید رسمیاتِ

تحقیق"، عبدالحمید عباسی کی کتاب "اصولِ تحقیق" اور نثار احمد زبیری کی کتاب "تحقیق کے طریقے" وغیرہ میں تحقیقی مقالے کے اجزا کی تقسیم اور ترتیب پر بات کی گئی ہے۔

10۔ تحقیق کی اہمیت (SIGNIFICANCE OF STUDY)

سندی تحقیق میں تحقیقی مقالہ نہایت اہم مرحلہ ہے بل کہ تحقیقی مراحل کی پہلی سیڑھی ہے۔ اس مسئلے کو اگر کامیابی سے سر کر لیا جائے تو تحقیقی عمل چست اور تحقیق ثمر آور ثابت ہوتی ہے۔ مجوزہ موضوع کے تحت تحقیقی مقالے کے اجزا کی تقسیم اور تفصیل کا احاطہ کیا گیا ہے اور اردو میں دستیاب منابع میں تحقیقی مقالے کے اجزا میں مماثلت اور اختلافی امور کو سامنے لا کر دیگر سماجی علوم کی روشنی میں تحقیقی مقالے کی معیاری صورتوں کا تعین کیا گیا ہے تا کہ تحقیقی نتائج معیاری اور ثمر آور ہو سکیں۔

ب۔ بنیادی مباحث اور تعارف

تحقیقی مقالہ ایک باضابطہ علمی دستاویز ہے جو تحقیقی امور یا تحقیق کے کسی خاص پہلو کا تجزیہ کرتا ہے۔ یہ ایک موضوع مخصوص پر بحث کرتا ہے جس میں اکثر تنقیدی تجزیہ اور علمی بحث شامل ہوتی ہے۔ اردو رسمیاتِ تحقیق کے لیے طریقۂ تحقیق، اصولِ تحقیق اور اسالیبِ تحقیق جیسے الفاظ بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ عام طور پر مذکورہ رسمیاتِ تحقیق ایک مخصوص ترتیب بندی کی پیروی کرتی ہیں کہ ان رسمیاتِ تحقیق کی نوعیت کیا ہو گی؟ ان رسمیاتِ تحقیق کے ذریعے حاصل ہونے والی تحقیقی معلومات اور نتائج یا حاصلات کو کیسے پیش کیا جانا چاہیے؟ سندی تحقیق میں تحقیقی مقالہ کی صحت مند صورت کیا ہو سکتی ہے؟ جامعات میں ایم۔ فل اور پی۔ ایچ، ڈی کی سطح پر پیش کیے جانے والے تحقیقی مقالوں کی پیش کش کی صورتیں کیا ہونی چاہییں؟ تحقیقی مقالے کی رسمیات کی معیار بندی کے لیے کن اصولوں کو پیشِ نظر رکھا جانا چاہیے؟ اور ان تمام تر بنیادی لوازم کے ساتھ ساتھ تحقیقی مقالے کے اجزا کی سائنٹی فک اور معیاری صورت کیا ہو سکتی ہے؟ مذکورہ سوالات کا جواب تلاش کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اردو کے تمام علمائے تحقیق کے علمی مباحث کو مدِ نظر رکھ کر ایسے اصول اور ضوابط کی طرف پیش رفت کی جائے جس پر علمائے تحقیق کا اتفاق ہو اور تحقیقی مقالے کے ثمر آور نتائج کے لیے اسکالرز بھی انھی اصولوں کے تابع رہ کر اپنا مقالہ پیش کریں۔

رسمیاتِ مقالہ نگاری میں تحقیقی مقالے کے اجزا پر مختلف علمائے تحقیق کی متفرق آرا ملتی ہیں۔ جن میں اختلافات کی کئی صورتیں موجود ہیں۔ یہ اختلافات اجزا کی تعداد کی بنیاد پر بھی موجود ہیں اور اجزا کی ترتیب

کی بنیاد پر بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اگر اردو تحقیق کے مختلف منابع اور مصادر کی چھان بین کی جائے تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ تحقیقی مقالے کے اجزا کی تقسیم کا کوئی حتمی طریقۂ کار متعین نہیں ہے۔

مختلف جامعات اور دیگر علمی و ادبی مراکز میں پیش کیے جانے والے مقالہ جات ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتے۔ جامعات جہاں باقاعدہ رسمیاتِ مقالہ نگاری کی معیار بندی کے لیے اصول و ضوابط اور طریق کار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تحقیقی مقالہ جات پیش کیے جاتے ہیں وہاں بھی ان کے لیے کوئی خاطر خواہ ضابطۂ پیش کش موجود نہیں، بل کہ اس معاملے میں محققین اس درجہ سہولت سے کام لیتے ہیں کہ ان کے اپنے پیش کردہ تحقیقی منصوبوں کا پیٹرن بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ مختلف جامعات میں تحقیقی مقالہ جات کو پیش کرنے کے مختلف اصول و قوانین اور ضابطے تو موجود ہیں ہی لیکن ایک ہی جامعہ میں یہ طریقہ کار ایک سے زائد صورتوں میں موجود ہیں۔ اصول وضوابط طے شدہ نہ ہونے کے باعث ناتجربہ کار اسکالرز کے لیے تو یہ مرحلہ دشوار ہے ہی، ساتھ ساتھ ممتحن کو بھی کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس ضمن میں معین الدین عقیل لکھتے ہیں کہ:

> "میری یہ خواہش ہے کہ ترقی یافتہ علمی دنیا کی طرح اردو زبان میں بھی تحقیق کی رسمیات کو خاطر خواہ اہمیت دی جائے اور وہ اصول، طریقے اور ضابطے اختیار کیے جائیں جو سائنٹی فک اور معیاری ہوں اور وہ متفقہ و یکساں ہوں اور ہر سطح پر اور ہر علمی تحقیقی اور طباعتی ادارے اور جامعات میں انھیں رواج حاصل ہو جائے۔"(1)

مذکورہ اقتباس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موجودہ وقت میں ضرورت اور معیارات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ملکی و قومی سطح پر ایک لائحہ عمل ترتیب دیا جائے جس سے معیاری اور مثبت تحقیقی نتائج کے لیے راہ ہموار ہو۔

زیرِ بحث تحقیقی مقالے میں یہ وضاحت کی جائے گی کہ اردو تحقیق میں رائج شدہ مقالے کے اجزا ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہیں؟ اور جو اجزا ان میں مشترک ہیں، وہ موجود مصادر و مآخذ میں اس وضاحت کے ساتھ کیوں نہیں ملتے کہ ان کی پیش کش کے اختلاف کا مسئلہ تعبیر تک پہنچ سکے۔ موجودہ زمانے میں جامعات میں مقالے کے اجزا ایک سے زائد طریقوں پر رائج ہیں جیسے کہ یہ اختلافات اجزا کی ترتیب میں بھی موجود ہیں اور تعداد میں بھی۔ نمونے کے طور پر جامعہ نمل (نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد) میں رائج اجزا کی فہرست پیش کی گئی ہے جو کچھ یوں ہے: موضوع کا تعارف، بیان مسئلہ، مقاصدِ تحقیق، تحقیقی سوالات

، نظری دائرہ کار، تحقیقی طریقہ کار، مجوزہ موضوع پر ماقبل تحقیق، تحدید، پس منظری مطالعہ، تحقیق کی اہمیت ،فہرست ابواب، تفصیلی ابواب بندی، بنیادی ماٰخذ اور ثانوی ماٰخذ وغیرہ۔

1۔ موضوع کا تعارف(INTRODUCTION)

تحقیقی مقالہ ایک باضابطہ علمی دستاویز ہے جو کسی مخصوص ادبی یا تحقیقی موضوع کی کھوج اور تجزیہ کرتا ہے۔ اس کا مقصد منتخب کردہ ادبی یا تحقیقی موضوع کی بصیرت، تشریحات اور اس کا تنقیدی تجزیہ فراہم کرنا ہے۔ تحقیقی مقالہ کو کئی اجزا میں تقسیم کیا جاتا ہے جن میں تعارف بھی شامل ہے، جو تحقیقی مقالے کے سیاق وسباق اور سمت کو ترتیب دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ تحقیقی مقالے کا ابتدائی حصہ ہوتا ہے جس میں تحقیق کار تمام تر طوالتوں اور پیچیدگیوں سے بچتے ہوئے انتہائی سادہ اور آسان الفاظ میں اپنے تحقیقی موضوع کا تعارف کراتا ہے کہ موضوع کیا ہے ؟ اس کا تعلق کس زمانے، علاقے یا صنفِ ادب سے ہے ؟، موضوع کی اہمیت اور جواز کیا ہے ؟ اور اس موضوع پر تحقیق کرنا کیوں ضروری ہے ؟ وغیرہ۔ موضوع کا تعارف پیش کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ موضوع فرضیے (Assumption) سے مطابقت رکھتا ہو، بصورتِ دیگر فرضیے اور موضوع میں غیر مطابقت پیدا ہو سکتی ہے۔

تحقیقی موضوع کے تعارف میں نہ صرف ادبی و تحقیقی کام یا موضوع کا جائزہ لیا جاتا ہے بل کہ تحقیقی مقالہ کے بنیادی مسائل کو بھی پیش کیا جاتا ہے۔ تعارف وسیع تناظر میں ادبی یا تحقیقی کام یا موضوع کی مطابقت اور اہمیت کو قائم کرتا ہے اور یہ تحقیقی کام اور اس کے اہم موضوعات کا مختصر خلاصہ بھی کہلاتا ہے۔ موضوع کے تعارف کے ذریعے تحقیق کا مکمل نچوڑ پیش کیا جاتا ہے اس لیے یہ اتنا جامع ہونا چاہیے کہ ممتحن اور قاری ذہنی واصولی طور پر تحقیقی مقالہ کی پڑھت کے لیے آمادہ ہو سکیں۔ تاہم موضوع کی جملہ خوبیاں تعارف میں اختصار کے ساتھ بیان کر دینی چاہییں، کیوں کہ موضوع کی وابستگی ایک ایسے قاری سے ہوتی ہے جو محقق کے شعبے کا معقول علم رکھتا ہے۔

ویسے بھی تحقیقی مقالے کا عنوان ہی مقالے کے موضوع کی نشاندہی کر دیتا ہے لیکن آگے چل کر موضوع کے تعارف میں اس کی تفصیلی وضاحت کر دینا بہت ضروری ہوتا ہے تاکہ قاری یا ممتحن کسی قسم کے شک وشبہ کا شکار نہ ہوں اور نہ ہی پیش کردہ موضوع میں کوئی اشتباہ یا ابہام کی صورت پیدا ہو۔ محقق کو موضوع کی وضاحت کے ساتھ ہی اس کی وسعت کا ذکر بھی پوری خود اعتمادی کے ساتھ کر دینا چاہیے تاکہ موضوع سے متعلق مواد مفید اور ضروری مواد کی نشاندہی باآسانی کی جا سکے۔ اس ضمن میں عبدالستار دلوی لکھتے ہیں کہ:

"اس حصے میں محقق اپنے انداز کار سے قاری کو متعارف کراتا ہے۔ تحقیقی عمل کی حد اور اپنے موضوع کی وسعت کا تعارف کرانے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اختیار کردہ طریقۂ کار کا بھی ذکر کر دیتا ہے۔ موضوع کی وضاحت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ممتحن یا قاری اس کے مقالے کا جائزہ لیتا ہے۔"(2)

تحقیقی مقالے میں میں موجود جامع تعارف متعدد مقاصد کو پورا کرتا ہے۔ سب سے پہلے یہ قارئین کی توجہ اپنی طرف مبذول کرتا ہے اور انہیں موضوع پر توجہ مرکوز کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس لیے تعارف میں ہی موضوع کی اہمیت یا مطابقت کی جھلک نظر آتی ہے، یہ قارئین کے تجسس کو ابھارتا ہے اور ان کو بحث میں گہرائی تک جانے کی ترغیب دیتا ہے۔ موضوع کے تعارف کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ضروری ہے کہ وہ مذکورہ تحقیق کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے جس پر بقیہ گفتگو کا دارومدار ہوتا ہے۔ موضوع کا تعارف اس امر کو بھی یقینی بناتا ہے کہ قارئین، پیش کی جانے والی معلومات کی مطابقت اور اہمیت کو سمجھیں۔ شفیق انجم اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

"عام طور پر اس بیانیے میں ایک مجہول سے تعارف کے بعد یہ جملہ لکھ دیا جاتا ہے کہ "چونکہ اس موضوع پر تاحال کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا اس لیے ضروری ہے کہ پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح کا ایک مقالہ لکھا جائے۔" یا یہ کہ اس موضوع پر کسی قسم کا کوئی تحقیقی کام موجود نہیں۔ یا یہ موضوع ایم۔ فل کی سطح کی تحقیق کا تقاضا کرتا ہے، اس پر پہلے تحقیق نہیں کی گئی وغیرہ۔ اس قسم کے جملے اکثر صورتوں میں حقائق کے منافی ہوتے ہیں۔ جو کام پہلے ہو چکا ہے، دیانت داری سے اس کا ذکر کرتے ہوئے اپنے موضوع کی انفرادیت واضح کی جانی چاہیے۔"(3)

تحقیقی خاکہ تیار کرتے وقت اسکالرز کو موضوع کو واضح اور جامع انداز میں متعارف کرانا ہوتا ہے کیوں کہ اس میں تاریخی سیاق و سباق، متعلقہ نظریات اور کسی بھی سابقہ تحقیق پر بحث کی جاسکتی ہے جو اس میدان میں کی گئی ہو۔ اس امر سے اس بات کا اندازہ لگانے میں آسانی ہوتی ہے کہ موضوع کیوں اہم ہے اور موجودہ تفہیم میں کون سا خلا باقی رہ گیا ہے۔ نیز موضوع کا تعارف پیش کرتے وقت محقق کے رسمی یا غیر رسمی لہجہ کا تعین بھی ہو جاتا ہے۔

2۔ بیانِ مسئلہ (THESIS STATEMENT)

بیان مسئلہ یا مسئلے کے حل کا بیان کو اردو میں تحقیقی مسئلہ بھی کہا جاتا ہے۔ جس کے لیے انگریزی میں (Thesis Statement) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ بیان مسئلہ، کسی بھی تحقیقی عمل کی مرکزیت اور محور کو وضع کرتا ہے۔ اس لیے مسئلے کا بیان واضح اور نپے تلے الفاظ میں کیا جانا چاہیے تاکہ قاری مسئلے کے بیان سے ہی تحقیقی مقالے کے اصل موضوع تک رسائی حاصل کر سکے اور اس پر واضح ہو جائے کہ زیرِ نظر تحقیقی مقالے کا موضوع کیا ہے؟ اور اس کے حل کے لیے کون سا تحقیقی مواد شامل ہو گا۔ عطش درانی اس تناظر میں لکھتے ہیں:

> "تحقیقی خاکے میں سب سے مختصر مگر سب سے اہم فصل(Section) یہی ہوتی ہے۔ بعد میں جو کچھ بھی بیان ہوتا ہے، اس کے سوتے یہیں سے پھوٹتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ شعبے اور تحقیق کار کے مابین ایک سنجیدہ معاہدے کی شکل بھی ہے۔ بعض اداروں میں تو اس کی باقاعدہ معاہدوں جیسی خصوصیات بیان کی جاتی ہیں۔ بہر حال ہر اچھی یونیورسٹی یا پیشہ ورانہ ادارے میں بیانِ مسئلہ کی اچھی طرح چھان پھٹک ہوتی ہے اور ایک دفعہ جب قبول ہو جائے تو شعبے کی منظوری کے بغیر اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ قبولیت کے بعد بیانِ مسئلہ ہی تحقیق کار کا مسئلہ ہوتا ہے اور پروگرام کی تکمیل تک تحقیق کار کا اوڑھنا بچھونا یہی ہوتا ہے۔"(4)

نیز بیان مسئلہ کے حل کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے تمام اہم نکات کا مختصراً ذکر کر دیا جائے۔ بعد ازاں تحقیقی مقالے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس کی جڑیں اسی جزو میں پیوست ہوتی ہیں۔ تاہم ضروری بات یہ ہے کہ بیان مسئلہ، تحقیقی عمل کے دوران متن کے اندر سے ہی پیدا ہوتا ہے اور یہاں متن سے مراد بنیادی مآخذ ہیں۔ بیان مسئلہ کبھی ثانوی مآخذ کے متن سے پیدا نہیں ہوتا۔ ایسا صرف اور صرف اس لیے ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بیان مسئلہ سلجھنے کے بجائے الجھن کا شکار ہو جاتا ہے اس لیے اس کا تعلق بنیادی مآخذ سے متصل ہے تاکہ اس کے حل کے لیے مستند حوالوں کا سہارا لیا جا سکے اور مسئلے کے بیان میں ابہام کی کوئی صورت موجود نہ رہے۔

3۔ مقاصدِ تحقیق(RESEARCH OBJECTIVES)

مقاصدِ تحقیق، تحقیقی عمل کا ایک لازمی جزو ہے۔ اس لیے تحقیقی عمل میں مقصدیت کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ تحقیقی خاکہ میں مقاصد تحقیق سے مراد وہ مخصوص اہداف اور سوالات ہیں جن کو تحقیق کے ذریعے حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ مقاصد تحقیق کے دائرہ کار کو متعین کرتے ہیں اور تحقیق کے دوران

اختیار کیے جانے والے طریقہ کار اور نقطہ نظر کی راہنمائی کرتے ہیں۔ مقاصد تحقیق، تحقیق کے موضوع کو واضح کرتے ہیں، تحقیق کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں اور اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ تحقیق کے نتائج کس طرح سے علم کے موجودہ ذخیرے میں اضافہ کریں گے یا عملی مسائل کا حل فراہم کریں گے۔ عبدالستار دلوی تحقیقی عمل کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> " مقصد کے تذکرے میں خاص طور سے مستقبل پر نظر رہتی ہے۔ پیش کردہ تحقیقی عمل کی جذباتی افادیت ایک اہم عنصر ہے۔ غرض وغایت کا مقصد اس سبب سے تحریک سے ہوتا ہے جس کے تحت محقق نے اس کام کو کیا ہے۔ اس سے مطالعے کی اہمیت اور ضرورت دونوں چیزیں واضح ہو جاتی ہیں۔ افادیت بھی اسی حصے میں آجاتی ہے۔ ان حصوں میں کسی قسم کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سرسری اور مختصر طور پر ان کی جانب اشارے کردینا چاہیے۔"(5)

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ مقاصد عموماً مخصوص، قابلِ پیمائش، قابلِ حصول، حقیقت پسندانہ اور وقت کے لحاظ سے محدود ہوتے ہیں تاکہ تحقیق کو ایک منظم اور مربوط طریقے سے مکمل کیا جاسکے۔

4۔ تحقیقی سوالات (RESEARCH QUESTIONS)

تحقیقی سوالات (Research Questions) تحقیق کا اہم حصہ ہوتے ہیں جو مطالعے کی سمت اور رخ کا تعین کرتے ہیں۔ یہ سوالات تحقیق کے مقاصد کی تفصیل اور وضاحت میں مدد دیتے ہیں اور اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ محقق کس قسم کی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔

تحقیقی سوالات کی اہمیت

1۔ تحقیق کی رہنمائی: یہ سوالات تحقیق کے لئے ایک واضح رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔
2۔ تحقیقی دائرہ کار کی وضاحت: یہ تحقیق کے دائرہ کار اور حدود کی وضاحت کرتے ہیں۔
3۔ تجزیے کی بنیاد: یہ سوالات تحقیق کے نتائج کے تجزیے اور تشریح کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔
4۔ معلومات کی جمع آوری: یہ تحقیق کے دوران جمع کی جانے والی معلومات کی نوعیت اور طریقوں کو متعین کرتے ہیں۔

تحقیقی سوالات کی خصوصیات

اچھے تحقیقی سوالات درج ذیل خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں:

1۔ واضح اور مخصوص: سوالات واضح اور مخصوص ہونے چاہئیں۔

2۔ قابلِ پیمائش: سوالات ایسے ہونے چاہئیں کہ ان کے جوابات پیمائش یا تجزیے کے ذریعے دیے جا سکیں۔

3۔ تحقیق کے مسئلے سے متعلق: سوالات تحقیق کے مسئلے سے براہ راست متعلق ہونے چاہئیں۔

4۔ تحقیق کے مقصد کے مطابق: سوالات تحقیق کے مقصد کے مطابق ہونے چاہئیں۔

5۔ قابلِ حصول: سوالات حقیقت پسندانہ اور قابلِ حصول ہونے چاہئیں۔ تحقیقی سوالات کی مثالیں

فرض کریں کہ ہماری تحقیق کا موضوع "سوشل میڈیا کا تعلیمی کامیابی پر اثر" ہے، تو اس موضوع کے لئے ممکنہ تحقیقی سوالات درج ذیل ہو سکتے ہیں:

1۔ وضاحتی سوالات:

- کتنے فیصد طلبا روزانہ سوشل میڈیا استعمال کرتے ہیں؟
- طلبا سوشل میڈیا پر سب سے زیادہ کون سا پلیٹ فارم استعمال کرتے ہیں؟

2۔ تجزیاتی سوالات:

- سوشل میڈیا کا استعمال طلبا کی تعلیمی کارکردگی کو کیسے متاثر کرتا ہے؟
- کیا سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز (مثلاً فیس بک، انسٹاگرام) کا تعلیمی کامیابی پر مختلف اثر ہوتا ہے؟

3۔ تقابلی سوالات:

- آن لائن اور آف لائن تدریسی ماحول میں سوشل میڈیا کے استعمال کا تعلیمی کارکردگی پر کیا اثر ہوتا ہے؟
- زیادہ سوشل میڈیا استعمال کرنے والے طلبا اور کم سوشل میڈیا استعمال کرنے والے طلبا کی تعلیمی کارکردگی میں کیا فرق ہے؟

4۔ مفروضاتی سوالات:

- کیا سوشل میڈیا کے استعمال اور تعلیمی کامیابی کے درمیان مثبت تعلق ہے؟
- کیا سوشل میڈیا پر زیادہ وقت گزارنے سے طلبا کی تعلیمی کامیابی میں کمی آتی ہے؟

تحقیقی سوالات کی تشکیلی مراحل

تحقیقی سوالات تشکیل دینے کے لیے درج ذیل مراحل کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔

1۔ تحقیق کا موضوع منتخب کریں: تحقیق کا موضوع اور مسئلہ واضح کریں۔

2۔ ابتدائی مطالعہ کریں: موضوع سے متعلق پہلے سے موجود تحقیق اور لٹریچر کا جائزہ لیں۔

3۔ کلیدی تصورات کی شناخت کریں: تحقیق کے کلیدی تصورات اور متغیرات کی شناخت کریں۔

4۔ سوالات بنائیں: کلیدی تصورات کے مطابق مخصوص، واضح، اور قابلِ پیمائش سوالات بنائیں۔

5۔ نظر ثانی اور بہتری کریں: سوالات کا جائزہ لیں اور ان میں بہتری کریں تاکہ وہ تحقیق کے مقصد اور دائرہ کار کے مطابق ہوں۔

نیز تحقیقی سوالات تحقیق کی رہنمائی کرتے ہیں اور اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ مطالعہ منظم اور با مقصد ہو۔ اچھے تحقیقی سوالات واضح، مخصوص، قابلِ پیمائش، اور تحقیق کے مسئلے سے متعلق ہونے چاہئیں۔ تحقیق کے مقصد کے مطابق سوالات کی تشکیل اور ان کی مناسب نظر ثانی تحقیق کے معیار کو بہتر بناتی ہے اور محقق کو اپنے مطالعے کے نتائج کو مؤثر طریقے سے پیش کرنے میں مدد دیتی ہے۔

5۔ نظری دائرہ کار(THEORETICAL FRAMEWORK)

نظری دائرہ کار (Theoretical Framework) کسی تحقیق یا مطالعہ کی بنیادی نظریاتی ساخت ہوتی ہے، جو اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ مطالعہ کس نظریہ یا نظریات کی بنیاد پر کیا جارہاہے۔ یہ دائرہ کار تحقیق کے مسئلے کی تفہیم کو واضح کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ تحقیق میں استعمال ہونے والے کلیدی تصورات، ماڈلز، اور نظریات کیا ہیں۔ نظری دائرہ کار کو انگریزی میں THEORETICAL FRAMEWORK بھی کہتے ہیں۔ جو تحقیق میں زیرِ تفتیش مظاہر کو سمجھنے کے لیے ایک تصوراتی بنیاد فراہم کرتا ہے اور اس میں باہم وابستہ تصورات، مفروضوں اور تجاویز کا ایک مجموعہ شامل ہے جو محققین کو اپنے خیالات کو منظم کرنے، ان کے استفسارات کی رہنمائی کرنے اور ان کے نتائج کی تشریح کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر، یہ ایک عینک کے طور پر کام کرتا ہے جس کے ذریعے محققین اپنے ڈیٹا کا تجزیہ بخوبی کر سکتے ہیں۔

نظری دائرہ کار کے ذریعے محققین متعلقہ تصورات کی شناخت کرتے ہیں، ان کے تعلقات کی وضاحت کرتے ہیں، اور ان کے نظریاتی مفروضوں کو درست ثابت کرتے ہیں۔ نظری دائرہ کار نظم وضبط کے

اندر موجودہ نظریات سے تیار کیا جاسکتا ہے یا مخصوص تحقیقی سیاق وسباق کی بنیاد پر نئے سرے سے بھی تیار کیا جاسکتا ہے۔

مجموعی طور پر، ایک اچھی طرح سے تیار کردہ نظریاتی فریم ورک، تحقیق کے لیے ایک روڈ میپ کا کام سرانجام دیتا ہے، تحقیقی سوالات کی تشکیل، مطالعات کے ڈیزائن، اور نتائج کی تشریح میں رہنمائی کرتا ہے اور دلچسپی کے مظاہر پر تبادلہ خیال کے لیے مشترکہ زبان اور تصوراتی فریم ورک فراہم کرکے تحقیق کے اندر رابطے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔

6۔ تحقیقی طریقۂ کار (RESEARCH METHODOLOGY)

تحقیقی طریقۂ کار میں اس نقطۂ نظر کی وضاحت کی جاتی ہے جس کے ذریعے تحقیقی کام کو تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔ تحقیقی مقالوں کا ایک اہم پہلو تحقیقی طریقہ کار ہے، جو اس بات کا خاکہ پیش کرتا ہے کہ مطالعہ کیسے کیا گیا اور کسی تحقیقی مقالہ کو لکھنے کے لیے کون سے تحقیقی طریقے منتخب کیے گئے اور منتخب کیے جانے والے تمام تر طریقۂ کار علمی اور سائنٹی فک ہیں یا نہیں اگر یہ طریقۂ کار غیر سائنسی ہوئے تو نتائج بھی ناقص اور ناقابل اعتماد ہوں گے۔ علاوہ ازیں موضوع کی اہمیت اور نوعیت کے نمایاں پہلوؤں کو سامنے لانے کا عمل بھی طریقۂ تحقیق کی وضاحت اور انتخاب سے متصل ہے۔ اس ضمن میں نثار احمد زبیری لکھتے ہیں کہ:

> "طریقۂ کار کا باب بھی غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ تفصیل طلب ہے۔ اس باب میں چھوٹی سے چھوٹی تفصیل ان اقدامات کی بیان کی جاتی ہے جو تحقیق کار نے ابتدا سے لے کر آخر تک کیے۔ ان تفصیلات میں تحقیق کار ان متغیرات (Variables) کا تفصیلی ذکر کرے گا جس کا اس نے مطالعہ کیا۔"[(6)]

نیز اس حصے میں یہ بھی وضاحت کی جاتی ہے کہ موضوع کی نوعیت اور اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے کون سا طریقۂ تحقیق استعمال کیا جائے گا۔ عمومی طور پر ادبی تحقیق میں دستاویزی یا تاریخی طریقہ تحقیق ہی اختیار کیا جاتا ہے۔ تاہم تحقیقی طریقہ سے متعلق ایک بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ بعض موضوعات اس نوعیت کے بھی ہوتے ہیں کہ ان میں ایک سے زیادہ طریقۂ تحقیق استعمال کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اس سلسلے میں محقق اپنے نگران کی مشاورت سے ہی کوئی قدم اٹھا سکتا ہے کہ اس طرح کی صورت حال میں کون سا طریقۂ تحقیق اختیار کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ کسی بھی تحقیقی عمل کی تکمیل اس کے تحقیقی طریقۂ کار کے بغیر ممکن نہیں اس لیے یہ مرحلہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے جس پر تحقیق کی تکمیل کا انحصار ہوتا ہے۔

7۔ مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق(WORK ALREADY DONE)

ما قبل تحقیق کو ابتدائی تحقیق بھی کہا جاتا ہے جو تحقیقی عمل کا ایک اہم جزو ہے جس میں کسی مخصوص موضوع یا مسئلے پر موجودہ تحقیق کی مکمل جانچ شامل ہے۔ یہ کسی خاص شعبے میں علم کی موجودہ کیفیت کا ایک جامع جائزہ ہے، جو کلیدی نتائج، طریقہ کار کے نقطہ نظر، اور موجودہ تحقیق میں موجود خلا کی نشان دہی کرتا ہے۔ ابتدائی (ما قبل) تحقیق بنیادی ستون کی حیثیت رکھتی ہے جس پر نئے علم کی تعمیر ہوتی ہے۔

ما قبل تحقیق جسے اکثر ادب کا جائزہ یا پس منظری مطالعہ بھی کہا جاتا ہے، میں موجودہ علمی کاموں، اشاعتوں اور کسی مخصوص تحقیقی موضوع سے متعلق وسائل کو منظم کرنا ہوتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد تحقیقی تفتیش سے متعلق معلومات، نظریات، طریقہ کار اور نتائج کو جمع کرنا شامل ہے۔ یہ مرحلہ عام طور پر تحقیقی سوالات، مفروضوں یا تجرباتی مطالعات کو ترتیب دینے سے پہلے کا ہوتا ہے۔

ما قبل تحقیق کا تجزیہ کرتے ہوئے، ابتدائی تحقیق ایسے شعبوں کی نشان دہی کرتی ہے جن کے لیے مزید تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح تحقیق کے ڈیزائن اور طریقہ کار کے بارے میں بھی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ما قبل تحقیق کے ذریعے تحقیقی طریقوں اور نتائج کو سمجھنا، محققین کو زیادہ موثر تحقیقی خاکہ تیار کرنے اور متعلقہ تحقیق کے مطابق طریقہ کار اختیار کرنے کے قابل بناتا ہے۔ ما قبل تحقیق ثابت شدہ علم کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ محقق پہلے سے کی گئی تحقیق کی نقل سے بچ جاتا ہے جس سے تحقیقی معیار برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

ما قبل تحقیق کے ذریعے ہی تھیوری ڈیولپمنٹ کی جا سکتی ہے۔ موجودہ تھیوریوں، فریم ورک اور تصوراتی ماڈلز کی ترکیب کرتے ہوئے، ابتدائی تحقیق، تحقیقی موضوع سے متعلقہ نظریاتی نقطہ نظر کی تطہیر میں سہولت فراہم کرتی ہے۔ یہ جزو محققین کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ تحقیقات کے تحت تعلقات، تعمیرات اور مظاہر کو تصور کر سکیں اور تحقیقی میدان میں نظریاتی ترقی کی بنیاد رکھ سکیں۔

ما قبل تحقیق ایک جاری عمل ہے جس سے محققین تحقیقی میدان کے بارے میں اپنے علم کو مسلسل اپ ڈیٹ کرتے رہتے ہیں۔

8۔ تحدید(DELIMITATION)

تحدید عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے حدوں کا تعین کرنا، حد بندی یا حد مقرر کرنا جس کے

لیے انگریزی زبان میں (Delimitation) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا عنوان کے تحت تحقیقی مقالے کی حدود کی وضاحت کی جاتی ہے کہ زیرِ تحقیق موضوع کا تعلق کون سے زمانے، کس صنفِ ادب یا کس صدی کی کون سی دہائی سے متعلق ہے۔ یہاں یہ واضح کر دینا چاہیے کہ محقق کے دائرہ کار میں کون سے نکات ہوں گے اور کون سے نہیں۔ وقت اور علاقے کی وضاحت بھی اس مرحلے کا بنیادی تقاضا ہے۔ بعض تحقیقی موضوعات ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے عنوان میں ہی تحقیقی عمل کی حدود کا اندازہ ہو جاتا ہے بصورتِ دیگر محقق کو اس مرحلے میں اپنے تحقیقی عمل کی حدود کا اعلان کر دینا چاہیے۔ عطش درانی کہ بقول: "معقول وجوہات کی بنا پر تحقیقی وسعت کا حجم مقرر کرنا بھی تحدید کہلاتا ہے۔"(7)

اس مرحلے میں حدود کا تعین موضوع کی نوعیت اور ضرورت کے تحت کیا جاتا ہے۔ یہاں محقق کی ذاتی پسند ناپسند کو عمل داخل نہیں۔ عام طور پر اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا اور بغیر کسی علمی نقطے اور دلیل کے موضوع منتخب کر لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کے ابواب کی تقسیم کے ساتھ ساتھ حدود کا تعین بھی کر دیا جاتا ہے جس کا خمیازہ مبہم اور اشتباہ سے لبریز تحقیقی نتائج کی صورت میں آخر تک بھگتنا پڑ سکتا ہے۔

9۔ پس منظری مطالعہ (LITERATURE REVIEW)

ادب کا جائزہ کسی خاص موضوع یا تحقیقی سوال سے متعلقہ موجودہ علمی ادب (تحقیقی مضامین، کتابیں، مقالے، کانفرنس کی کارروائی، وغیرہ) کا تنقیدی خلاصہ اور جائزہ ہے۔ اس حصے میں اس امر کی وضاحت کی جاتی ہے کہ زیرِ بحث موضوع پر تحقیق کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ یا اس موضوع پر تحقیق کرنے کے دوران کون سا مسئلہ درپیش آیا جس کا جواب تلاش کرنا ضروری ہے اور ان جوابات تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ہمیں سابقہ علم سے رہنمائی حاصل کرنا پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ محقق کی علمی صلاحیتیں بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہیں۔ بقول عبدالحمید خان عباسی:

> "سابقہ تحقیق اور ماہرین کی تحریروں کا مختصر ذکر اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ جو تحقیق ماضی میں ہو چکی ہے، اسے محقق جانتا ہے اور اس امر سے بھی واقف ہے کہ کن پہلوؤں پر تحقیق و جستجو کا کام ہونا چاہیے۔ چونکہ مؤثر تحقیق کی بنیاد ماضی کے علم پر ہوتی ہے، اس لیے یہ قدم تکرار کے عمل کو روکتا ہے اور اہم تحقیق کے لیے مفید فرضیات اور مدد و تجاویز فراہم کرتا ہے۔"(8)

جبھی پس منظری مطالعہ میں مسئلے کے اہم نکات اور ان کا بیان شامل ہوتا ہے۔ یہ سندی تحقیق میں

کئی اہم مقاصد کو پورا کرتا ہے۔

تحقیقی موضوع کی موجودہ حالت کی شناخت:

ادب کا جائزہ محققین کو یہ سمجھنے میں مدد کرتا ہے کہ ان کے موضوع کے بارے میں پہلے سے کیا معلوم ہے، جس میں تمام کلیدی نظریات، تصورات، نتائج اور تحقیق میں ہونے والے مباحث شامل ہیں۔

علم میں خلا کی نشاندہی کرنا:

موجودہ لٹریچر کی ترکیب کرکے، محقق ان علاقوں کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ جہاں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ اس سے تحقیقی سوالات اور مطالعہ کے مقاصد کی تشکیل میں مدد ملتی ہے۔

تحقیق کا سیاق وسباق:

ایک ادبی جائزہ تحقیق کو وسیع سیاق وسباق فراہم کرتا ہے۔ یہ تحقیق کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اور اس بات کا جواز پیش کرتا ہے کہ اس کہ اس موضوع پر تحقیق کرنا کیوں ضروری ہے۔

طریقہ کار کے انتخاب سے آگاہ کرنا:

محققین موجودہ مطالعات سے ان طریقوں، تکنیکوں اور طریقوں کے بارے میں جان سکتے ہیں جو اسی طرح کی تحقیق میں کامیابی کے ساتھ استعمال کیے گئے ہیں۔ اس سے ان کے اپنے مطالعہ کے لیے طریقہ کار کو ڈیزائن کرنے میں مدد ملتی ہے۔

فالتو پن سے بچنا:

لٹریچر کا جائزہ لینے سے محققین کو اس موضوع پر پہلے سے کیے گئے مطالعات کی نشاندہی کرکے پچھلے کام کو نقل کرنے سے بچنے میں مدد ملتی ہے۔

ادب کا جائزہ لکھتے وقت، محققین عام طور پر ایک منظم انداز کی پیروی کرتے ہیں:

دائرہ کار کی وضاحت:

مخصوص موضوع یا تحقیقی سوال کا تعین کرنا جس پر ادب کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ جائزے کی حدود کو متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ مرکوز اور قابل انتظام رہے۔

متعلقہ ادب کی تلاش:

متعلقہ علمی ادب کی شناخت کے لیے علمی ڈیٹا بیس، لائبریریوں اور دیگر ذرائع کی جامع تلاش کریں۔ مطلوبہ الفاظ اموضوع کے عنوانات، اور بولین آپریٹرز کو اپنی تلاش کو بہتر بنانے اور سب سے زیادہ

مناسب ذرائع کا پتہ لگانے کے لیے استعمال کریں۔

ذرائع کا جائزہ:

شناخت شدہ ذرائع کے معیار اور مطابقت کا اندازہ لگائیں۔ مصنفین کی ساکھ، تحقیقی طریقوں کی سختی، اشاعت کا مقام، اور اشاعت کی تجدید جیسے عوامل پر غور کریں۔

ادب کی ترکیب:

منتخب ذرائع کے نتائج، موضوعات اور دلائل کا خلاصہ اور ترکیب کرنا اورادب میں مشترکات، تضادات اور خلا کی نشاندہی کرنا وغیرہ۔

10۔ تحقیق کی اہمیت(SIGNIFICANCE OF STUDY)

تحقیق کی اہمیت (Significance of Research) انسانی ترقی، معاشرتی بہتری، اور علمی میدان میں بے حد اہم ہے۔ تحقیق نئے علم اور نظریات کو جنم دیتی ہے، جو انسانی فہم وادراک میں اضافہ کرتے ہیں اور موجودہ علم کو مستحکم بناتے ہیں۔ یہ مختلف مسائل کی وجوہات اور ان کے حل کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کرتی ہے، جو معاشرتی، اقتصادی، اور سائنسی وادبی مسائل کے لئے مؤثر حل پیش کرتی ہے۔

تحقیقی مقالہ میں "تحقیق کی اہمیت" کا جزو اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ مخصوص موضوع پر کی جانے والی تحقیق کیوں اہم ہے اور اس کے نتائج یا اثرات کس طرح وسیع تر علمی وادبی میدان، معاشرت، یا مخصوص شعبے میں فائدہ مند ہوں گے۔ یہ حصہ تحقیق کے مقصد اور ضرورت کو واضح کرتا ہے، اور بتاتا ہے کہ یہ تحقیق کس طرح موجودہ علم میں اضافہ کرے گی، موجودہ مسائل کو حل کرنے میں مدد دے گی اور اس جزو کے ذریعے قارئین کو تحقیق کی علمی وادبی، عملی اور معاشرتی اہمیت کا اندازہ ہو گا اور کہ یہ تحقیق کیوں کی جارہی ہے اور اس کے ممکنہ فوائد کیا ہوں گے۔

11۔ فہرستِ ابواب(RESEARCH PLAN)(TENTATIVE)

فہرستِ ابواب کو مختصر ابواب بندی بھی کہا جاتا ہے۔ تحقیقی خاکہ کے اس جزو تمام ابواب کی فہرست کو مختصر انداز میں ایک ترتیب سے پیش کر دیا جاتا ہے تاکہ قاری اور ممتحن ایک ہی نظر میں موضوع کی اہمیت و افادیت کا اندازہ لگا سکیں۔ یہ جزو اردو تحقیق کے دیگر ماخذات میں تو کہیں بھی شامل نہیں ہے وہاں صرف ابواب بندی کی منطق کے نام سے ایک ہی عنوان موجود ہے جس میں ابواب کی فہرست سے لے کر اس کی ترتیب و تنظیم تک سب کچھ شامل کر دیا جاتا ہے۔ لیکن "قواعدِ تحقیق و تدوین" میں شفیق انجم نے اس جزو

موضوع کی تقسیم اور ترتیب کے نام سے درج کیا ہے وہ اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

"اس مرحلے میں موضوع کی تفاصیل کو تدریجاً بیان کیا جانا چاہیے۔ یہ جز بندی کا سا عمل ہے جس میں عنوانات قائم کیے بغیر موضوع کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر باب میں مواد کی نوعیت واضح کی جاتی ہے اور مجوزہ ترتیب سامنے لائی جاتی ہے۔ یہ معاملہ اس اعتبار سے توجہ طلب ہے کہ یہاں سکالر کو بتانا پڑتا ہے کہ مقالے کو کتنے ابواب میں تقسیم کیا جائے گا، ان کی ترتیب کیا ہوگی، حجم اور سائز کیا ہوگا اور کس باب میں کیا مواد شامل کیا جائے گا۔ یہ گویا ابواب کی عنوان سازی سے قبل منتشر مواد کو قرینے سے مختلف حصوں میں بانٹنے کی سکیم ہے۔"(9)

مذکورہ بالا اقتباس اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ فہرست ابواب بندی دراصل موضوع کی تقسیم وترتیب کا نام ہی ہے۔ جو قاری اور ممتحن دونوں کے لیے یکساں طور پر منافع بخش ہے۔

12۔ تفصیلی ابواب بندی(DETAILED CHAPTERIZATION)

تفصیلی ابواب بندی تحقیقی مقالے کا ایک اہم جزو ہے جس کے بغیر مقالے کی تکمیل کا عمل ناممکن ہے۔ تحقیقی مقالے میں ابواب بندی سے مراد مقالے میں موجود تحقیقی منصوبے کو الگ الگ ابواب یا حصوں میں تقسیم کرنا ہے۔ جس میں ہر باب مقالے کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کرتا ہے۔ ابواب بندی کا مقصد مواد کو منطقی اور مربوط انداز میں ترتیب دینا ہے، جس سے قاری کے لیے مجوزہ تحقیق کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ بقول ش۔ اختر کہ:

"خاکہ میں ابواب بندی کی تقسیم اس طرح ہونی چاہیے جس سے ربط و تسلسل کا پتہ چل سکے۔ اس تقسیم کی بنیاد اگر منطقی غور و فکر پر نہ ہو تو اسکالر مقالہ کے تحریری منزل میں بہت ساری دشواریوں میں پھنس جائے گا۔ ان تمام کمزوریوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اسکالر خاکہ کو آخری شکل دینے سے پہلے کئی بار نگران کی مدد سے نظر ثانی کرے۔"(10)

مذکورہ بالا اقتباس میں یہ بات واضح طور پر بیان کر دی گئی ہے کہ سندی تحقیق میں اسکالر کو متعدد بار ابواب کی تقسیم سے متعلق اپنے نگران کی مدد درکار ہوتی ہے۔ اس لیے ایک اچھا محقق ابواب بندی کے مراحل تحقیقی مقالہ لکھنے سے پہلے ہی طے کر لیتا ہے اور ایسا صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جب محقق اپنے شعبے کا معقول علم رکھتا ہو اور متعلقہ موضوع پر کی جانے والی تحقیق کا خاکہ اس کے ذہن میں واضح ہو۔ تاہم ابواب بندی

کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جانا بے حد ضروری ہے کہ ابواب کی تقسیم میں تعداد کی کوئی قید نہیں۔ ابواب بندی کی تقسیم کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں لیکن عام طور پر درجہ ذیل نقطۂ نظر مفید ہو سکتا ہے۔

1۔پہلا باب:

تعارف(Introduction)

پہلا باب تعارف پر مبنی ہوتا ہے جس میں تحقیقی مسئلہ یا سوال کی اہمیت اور مطالعہ کے مقاصد کا ایک جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ محقق اس جزو میں قاری کو تحقیق کے وسیع تر سیاق و سباق سے متعارف کراتا ہے۔ جس میں تمام سابقہ مطالعات کا ذکر ہوتا ہے اور بعد ازاں اس گوشے کا ذکر کیا جاتا ہے جس کا تعلق مسئلۂ تحقیق سے ہو۔

2۔دوسرا باب:

ادب کا جائزہ(Literature Review)

اس باب میں تحقیقی موضوع سے متعلق موجودہ لٹریچر کا جائزہ لیا جاتا ہے اور اس کی ترکیب بندی بھی کی جاتی ہے۔ اس حصے میں محقق سابقہ مطالعات کا تنقیدی تجزیہ کرتا ہے اور تحقیقی مقالے کے ایسے گوشوں یا علاقوں کی نشاندہی کرتا ہے جن پر مزید تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ عطش درانی لکھتے ہیں کہ:

> "مقالے میں اس باب کے اندراج کا مقصد یہ ہے کہ تحقیق کار کی وسعت مطالعہ کی بنیادیں معلوم ہو سکیں۔اس کی تحقیقی ساکھ قائم ہو سکے، آئندہ استدلال کی بنیاد وضع ہو سکے اور موزوں طریقِ تحقیق اور فرضیے سامنے آسکیں۔ چنانچہ متعلقہ ادب کا مطالعہ دقتِ نظر سے کریں، احتیاط سے نوٹ لیں اور اس کا فائل ریکارڈ تیار کریں۔اس سے پتا چل جاتا ہے کہ کون سا اہم ادب، نقاد، محقق اس موضوع سے متعلق ہے، اس شعبے کا حدود اربعہ کیا ہے اور کون سے تصورات، نظریات، سوالات اور فرضیے زیادہ اہم ہیں وغیرہ۔"(11)

اس امر کی تکمیل سے تحقیق میں موجود خلا کی نشان دہی کی جاسکتی ہے کہ ادب کا کون سا گوشہ ایسا ہے جو ابھی تک مخفی ہے۔

3۔ب تیسرا باب:

تحقیقی طریقہ کار(Research Design or Method)

اس باب میں تحقیقی طریقہ کار(Research Design)کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔اس لیے بھی یہ باب غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے کہ اس باب میں محقق ان تمام طریقوں اور تفصیلات کا ذکر کر دیتا ہے

جو تحقیقی مطالعہ کو انجام دینے کے لیے تحقیق کار نے استعمال کیں۔ اس باب میں تحقیقی نقطہ نظر (معیاری، مقداری، یا مخلوط طریقے)، ڈیٹا اکٹھا کرنے کے طریقے، نمونے لینے کی تکنیک، اور ڈیٹا کے تجزیہ کے طریقہ کار جیسی تفصیلات بھی شامل ہوتی ہیں۔ نیز اس باب میں دورانِ تحقیق پیدا ہونے والی رکاوٹوں، مسائل اور ان کے حل کا ذکر بھی مفصل انداز میں بیان کر دیا جاتا ہے۔

4۔ چوتھا باب:

تجزیہ اور تبصرہ (Analysis and Discussion)

تحقیقی عمل میں انتہائی اہم مرحلہ تجزیے اور تبصرے پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس باب میں تحقیقی مقاصد اور موجودہ لٹریچر کے حوالے سے نتائج یا نتائج کی تشریح پر بحث کی جاتی ہے۔ نتائج کی اہمیت کو تلاش کیا جاتا ہے۔ نثار احمد زبیری کے بقول: "تحقیق کے کام میں سب سے اہم مرحلہ تجزیے اور تبصرے کا ہے۔ یہ باب واضح طور پر بتا دیتا ہے کہ تحقیق کرنے والے نے کس معیار کی کتنی محنت کی ہے۔"[12]

علاوہ ازیں اس باب میں نظریہ، مشق، اور مستقبل کی تحقیق کے مضمرات پر بھی غور کیا جاتا ہے۔

5۔ ماحصل / نتیجہ (Finding/ conclusion)

اختتامی باب میں مطالعہ کے اہم نتائج کا خلاصہ کیا جاتا ہے، ان کے مضمرات پر بحث کی جاتی ہے اور اس حصے میں مطالعہ کی حدود کی بھی نشاندہی کی جاتی ہے۔ مستقبل کی تحقیق کے لیے ہدایات بھی اسی باب کے ذریعے پیش کی جاتی ہیں۔ عام طور پر تاریخی اور دستاویزی تحقیق سے نتائج اخذ کرنا مشکل ہو جاتا ہے اس لیے یہاں اتنا بتا دینا ہی کافی ہوتا ہے کہ آپ کے قائم کیے گئے فرضیے درست ثابت ہوئے یا نہیں وغیرہ۔

حوالہ جات:

تحقیقی مقالے کے آخر میں تمام ذرائع (کتب، تحقیقی جرائد، مضامین) کی فہرست شامل کر دی جاتی ہے جن سے محقق نے دورانِ تحقیق استفادہ کیا ہوتا ہے اور ان تحقیقی ذرائع کی فہرست کو طے شدہ اصولوں کے مطابق پیش کیا جاتا ہے۔

ضمیمہ:

ضمیمہ سے مراد وہ اضافی مواد ہے جو تحقیقی تجویز کی حمایت کرتا ہے لیکن بنیادی متن کے لیے ضروری نہیں ہے، ضمیموں میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس میں ضمنی ڈیٹا، سوالنامے، انٹرویو کی نقلیں، یا دیگر متعلقہ دستاویزات شامل ہو سکتے ہیں۔ عبد الرزاق قریشی کے بقول:

"ایسا مواد جو متن کے لیے ضروری نہ ہو یا متن کے حسن کو مجروح کرتا ہو، لیکن جس مصنف کے بیان یا بیانات کے مزید تائید ہوتی ہو۔ کتاب کے آخر میں ضمیمے کے طور پر دیا جائے۔"(13)

ابواب بندی سے تحقیقی مواد کو منظم اور مربوط انداز میں ترتیب دینے میں مدد ملتی ہے، جس سے قاری کے لیے خیالات کے بہاؤ کی پیروی کرنا اور مجوزہ تحقیقی منصوبے کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ ہر باب تحقیقی مسئلہ کو پیش کرنے، اس کی اہمیت کا جواز پیش کرنے، طریقہ کار کا خاکہ پیش کرنے، نتائج کو پیش کرنے، اور مضمرات پر بحث کرنے میں ایک خاص مقصد فراہم کرتا ہے۔

13۔ بنیادی مآخذ (WORKING BIBLOGRAPHY)

ماخذ سے مراد ہے منبع ، نکاس یا جہاں سے کوئی چیز اخذ کی جائے۔ جس کے لیے انگریزی میں (Source) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ بنیاد سے مراد جڑ، بساط یا طاقت ہے۔ ان دو الفاظ کو ملا کر جو لفظ بنتا ہے اسے بنیادی مآخذ کہتے ہیں جس کو انگریزی میں (PRIMARY SOURCES) بھی کہا جاتا ہے۔ بنیادی یا اساسی مآخذ سے مراد وہ تمام شواہد اور دستاویزات ہیں جن کو بنیاد بنا کر کسی تحقیقی عمل کو تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے یعنی وہ مواد جو تحقیقی عمل کی بنیاد ہو یا بنیادی معلومات اس سے حاصل کی گئی ہوں۔ بنیادی ماخذات میں مصنف کے ہاتھ کی لکھی تحریریں (چاہے وہ مطبوعہ ہوں یا غیر مطبوعہ)، مخطوطے ، کتابیں ، تصانیف، ڈائریاں، خطوط، مسودے، حوالہ جاتی کتب، قاموس، قانونی ریکارڈ، ملازمت کے ریکارڈ، تعلیمی اسناد اور تشخیصی ریکارڈ وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ بقول عطش درانی:

"وہ تمام اساسی شواہد و دستاویزات ، مخطوطے ، کتابیں، تصانیف ، مسودے ، ڈائریاں ،خطوط ، حوالہ جات، لغات، قاموس ، تصاویر ،ویب سائٹس وغیرہ۔ بنیادی مآخذ کہلاتے ہیں جن پر تحقیقی کام انجام دیا جا رہا ہو۔"(14)

تحقیقی عمل میں بنیادی مآخذ طے شدہ نہیں ہوتے بل کہ یہ موضوع کی نوعیت کے مطابق بدلتے رہتے ہیں یعنی اگر کوئی کسی شخصیت پر تحقیقی کام کر رہا ہے تو اس شخصیت کی تمام علمی و ادبی تصنیف اور شعری و نثری تخلیقات بنیادی مآخذ کہلائیں گی۔ لیکن جب تحقیقی کام اسی شخصیت کے فن پارے یا اس کے کسی ایک پہلو پر کیا جائے گا تو بنیادی مآخذ کی نوعیت یکسر تبدیل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی ادارے پر کام کر رہا ہے تو اس ادارے کی مجموعہ تخلیقات بنیادی مآخذ کے طور پر استعمال ہوں گی اور اگر کوئی کسی مخصوص خطے یا علاقے پر

تحقیقی کام کر رہا ہے تو اس خطے میں لکھی گئی وہ تمام کتابیں (جو موضوع سے مطابقت رکھتی ہیں) بنیادی آخذ میں شمار ہوں گی۔ بنیادی ماخذات کو ابتدائی ماخذات بھی کہا جاتا ہے۔ محقق حقائق کی کھوج لگانے اور حقیقت کی دریافت کرنے کے لیے بنیادی ماخذات کا سہارا لیتا ہے جبکہ ثانوی ماخذات کو دلیل کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ بنیادی ماخذات کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے شخصی اور غیر شخصی آخذ۔

1۔ شخصی آخذ: شخصی ماخذات بھی بنیادی آخذ میں ہی شمار کیے جاتے ہیں۔ شخصی ماخذات سے مراد وہ تمام غیر تحریری مواد اور شواہد ہیں جن کا تعلق براہِ راست مصنف کی ذات سے ہوتا ہے اور یہ مواد دورانِ ملاقات مصنف خود فراہم کرتا ہے۔ شخصی ماخذات میں مصنف کی ملازمت، پیشہ اور کاروبار، مصنف کی ازدواجی زندگی، خاندان، طبیعت و عادات اور ان تمام مخفی گوشوں سے متعلق معلومات جمع کی جاتی ہیں جو تا حال احاطۂ تحریر میں نہیں آسکیں۔ دورانِ گفتگو محقق ان کو اپنے پاس لکھ کر محفوظ کر لیتا ہے جو بعد میں بنیادی آخذ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

2۔ غیر شخصی آخذ: غیر شخصی آخذ سے مراد وہ تمام تحریری مواد ہے جس میں کتابیں، بیاض، مسودے، ڈائریاں، مخطوطے، سرکاری دستاویزات اور تعلیمی اسناد وغیرہ شامل ہیں جن کے ذریعے تحقیقی عمل کو تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔ غیر شخصی آخذ کی مزید دو اقسام ہیں۔ 1۔ مطبوعہ 2۔ غیر مطبوعہ ماخذات

I. مطبوعہ ماخذات: مطبوعہ مواد میں مصنف کی تمام تصانیف، مضامین اور دستاویزات وغیرہ شامل ہیں جو اشاعت کے مراحل سے گزر چکی ہوں۔

II. غیر مطبوعہ ماخذات: غیر مطبوعہ مواد سے مراد مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی وہ تمام تحریریں، بیاض، مخطوطے، مسودے، خطوط اور ڈائریاں شامل ہیں جو تا حال شائع نہیں ہو سکے لیکن یا تو وہ مصنف کے ہاتھ کی لکھی تحریریں ہیں یا مصنف نے خود ان کو دیکھا ہوا ہے۔

14۔ ثانوی آخذ (SECONDARY BIBLOGRAPHY)

ثانی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ترتیب میں ایک کے بعد دوسرا، مقابل، ہم پلہ یا اس جیسا دوسرا کے ہیں۔ لفظ ثانوی، ثانی سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے ثانی کی طرف منسوب۔ ثانوی ماخذات کو انگریزی زبان میں (Secondary Sources) بھی کہا جاتا ہے۔ ثانوی ماخذات سے مراد مصنف کی شخصیت و فن پر لکھی گئی کتابیں یا تحریریں ہیں جن میں مصنف پر لکھی گئی سوانحی کتب، تحقیقی و تنقیدی کتب، تحقیقی مضامین اور کتابوں پر لکھے گئے تبصرے اور فلیپ وغیرہ شامل ہوں گے۔ عطش درانی اس ضمن میں لکھتے

ہیں کہ:

"وہ تمام مواد کتابیں، کیسٹ، نقشے، آلات، ویب سائٹس وغیرہ جن کے ذریعے بنیادی ماخذوں پر کام کیا جا رہا ہو یا جو بنیادی ماخذوں کا حوالہ دے رہی ہوں یا ان کی مدد سے بنیادی ماخذوں سے تقابل یا نشان دہی ہوتی ہو اور ان کی حیثیت امدادی مواد کی ہو۔"(15)

ثانوی ماخذات میں وہ تمام واقعات اور تحریریں بھی شامل ہوں گی جن کے ذریعے بنیادی ماخذات تک رسائی حاصل کرنے میں آسانی ہو۔ ثانوی ماخذات کو امدادی ماخذات بھی کہا جاتا ہے۔ اگر مصنف کی خاص ادبی جہت یا کسی مخصوص صنف پر کام کر رہے ہیں تو اس صنف یا موضوع سے متعلق تمام کتب (جن میں اس صنف یا موضوع سے مطابقت رکھنے والا مواد موجود ہو) ثانوی ماخذات کے طور پر استعمال ہوں گی۔ ثانوی ماخذات بھی بنیادی ماخذات کی طرح موضوع کی نوعیت کے مطابق تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ہم کسی مصنف کی شخصیت اور فن پر کام کر رہے ہیں تو اس مصنف کی تمام تر تخلیقات بنیادی ماخذات کے طور پر استعمال ہوں گی جب کہ اس مصنف کی شخصیت و فن پر لکھی جانے والی دیگر مصنفین کی کتب اور تحریریں ثانوی ماخذات کے طور پر استعمال ہوں گی۔ بنیادی یا ابتدائی ماخذات کی طرح ثانوی یا امدادی ماخذات کو بھی مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ 1۔ شخصی ماخذات، 2 غیر شخصی ماخذات

1۔ شخصی ماخذات: ثانوی شخصی ماخذات سے مراد وہ تمام غیر مطبوعہ معلومات یا واقعات ہیں جو آپ کسی شخصیت پر کام کرتے وقت اس شخصیت سے ذاتی ملاقاتوں کے دوران حاصل کرتے ہیں۔

2۔ غیر شخصی ماخذات: بنیادی ماخذات کی طرح ثانوی ماخذات میں بھی غیر شخصی ماخذات کی دو مزید قسمیں ہیں۔

I. غیر مطبوعہ ماخذات: غیر مطبوعہ ماخذات میں قلمی نسخے، بیاض، خطوط اور ڈائریاں وغیرہ شامل ہیں۔

II. مطبوعہ ماخذات: مطبوعہ ماخذات میں کتابیں، رسائل و جرائد، تبصرے اور فلیپ وغیرہ شامل ہیں۔

مذکورہ تمام اجزا کو اگر مدِ نظر رکھ کر دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جامعہ نمل میں رائج تحقیقی مقالہ کے اجزا وہ معیاری اور سائنٹی فک اجزا ہیں جو جدید تحقیق کے بنیادی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور جن کو تمام علمائے تحقیق نے اپنے مضامین، کتابوں اور دیگر ماخذات میں زیرِ بحث لایا۔ اگرچہ ان میں سے کچھ اجزا ایسے بھی موجود ہیں جن کے ناموں میں ذرا سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر نظری دائرہ کار کو نظری اساس کہا گیا وغیرہ لیکن یہ اجزا کسی نہ کسی صورت میں اردو میں معمولی اختلافات کے ساتھ رائج ضرور ہیں۔ کہیں علمائے تحقیق کے ہاں یہ اختلاف بھی پایا جاتا ہے کہ کچھ اجزا کو ایک ساتھ ہی زیرِ بحث لایا

جائے۔ مثال کے طور پر موضوع کا تعارف، موضوعِ تحقیق کی اہمیت اور موضوعِ تحقیق کے مقاصد کو موضوع کا تعارف کراتے ساتھ ہی زیرِ بحث لایا جائے یوں اجزا کی تعداد میں اختلاف کی ایک صورت پیدا ہوتی ہے، لیکن یہ بات واضح ہے کہ ان اختلافات اور اشتراکات کے باوجود بھی یہ اجزا علمائے تحقیق کے ہاں زیرِ بحث رہے ہیں۔

اردو تحقیق کے قدیم ماخذات میں اگرچہ تحقیقی مقالہ کے اجزا کو اس درجہ تفصیل کے ساتھ زیرِ بحث نہیں لایا گیا کیوں کہ یہ اردو تحقیق کا ابتدائی دور تھا اس لیے تحقیق نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ اتنے کم وقت میں علمائے تحقیق، اس محنت طلب تحقیقی کام کو مکمل کر لیتے جس کی اس وقت کوئی ضرورت پیش نہیں آئی ہو گی۔ بعد ازاں آہستہ آہستہ یہ وقت اور موضوعات کی ضرورت اور جدید تحقیق کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جن اجزا کی ضرورت پڑی وہ خود بہ خود علمائے تحقیق کے ہاں زیرِ بحث آتے رہے۔

ایک معیاری تحقیقی مقالے کے اجزا کی تعداد اور ترتیب کیا ہونی چاہیے؟ اس پر جامعہ نمل میں رائج اجزا کی فہرست بھی خاصی طویل ہے جس میں کچھ اجزا ایسے بھی موجود ہیں جو محض اس لیے شامل کیے گئے کہ ان کی موجودگی سے ممتحن کے وقت کی بچت ہو جیسے ابواب بندی کے نام پر دو جزو پیش کیے گئے جو اردو تحقیق کے کسی ماخذ کے اندر موجود نہیں لیکن جامعہ ہذا میں مختصر ابواب بندی اور تفصیلی ابواب بندی کے عنوان سے دو الگ الگ جزو موجود ہیں، حالاں کہ اردو تحقیق کے کسی ماخذ میں مختصر ابواب بندی یا فہرست ابواب بندی جیسا کوئی جزو موجود نہیں ہے۔ البتہ فہرستِ ابواب یا مختصر ابواب بندی سے متعلق شفیق انجم نے اپنی کتاب "قواعدِ تحقیق و تدوین" میں تحقیقی خاکہ کے اجزا میں ایک ذیلی سرخی موضوع کی تقسیم و ترتیب کے نام سے درج کی ہے۔

تحقیقی مقالے کے اجزا پر اردو میں دستیاب تحقیقی ماخذات میں یہ اشتراکات اور اختلافات کی یہ صورتیں موجود ہیں جن پر اتفاقِ رائے سے ایک معیاری اور سائنٹی فک تحقیقی مقالہ لکھنے کی طرف پیش رفت کی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، رسمیاتِ مقالہ نگاری، (مضمون) مشمولہ: دریافت تحقیقی مجلہ نمبر 6، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، س۔ن، ص870

2۔ عبدالستار دلوی، پروفیسر، ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب، (اصول اور طریق کار)، انجمن اسلام اردو ریسرچ، انسٹی ٹیوٹ، ممبئی، طبع دوم، 2016ء، ص86

3۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، قواعدِ تحقیق و تدوین، پورب اکادمی، اسلام آباد، 2015ء، ص49)

4۔ عطش درانی، ڈاکٹر، جدید رسمیاتِ تحقیق، اردو سائنس بورڈ، لاہور، 2005ء، ص111

5۔ عبدالستار دلوی، پروفیسر، مقالہ کی پیش کش، (مضمون) مشمولہ: اردو میں اصولِ تحقیق (جلد اول)، ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، ورڈویژن پبلشرز، اسلام آباد، 2001ء، ص236

6۔ نثار احمد زبیری، پروفیسر، تحقیق کے طریقے، روشناس پرنٹرس، دہلی، 2016ء، ص443

7۔ عطش درانی، ڈاکٹر، جدید رسمیاتِ تحقیق، اردو سائنس بورڈ، لاہور، طبع اول 2005ء، ص126

8۔ عبدالحمید خان عباسی، ڈاکٹر، اصولِ تحقیق، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2017ء، ص150

9۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، قواعدِ تحقیق و تدوین، پورب اکادمی، اسلام آباد، 2015ء، ص52

10۔ ش۔ اختر، ڈاکٹر، موضوع کا انتخاب، (مضمون) مشمولہ: اردو میں اصولِ تحقیق، مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، ورڈویژن پبلیشرز، اسلام آباد، طبع چہارم 2001ء، ص133

11۔ عطش درانی، ڈاکٹر، جدید رسمیاتِ تحقیق، اردو سائنس بورڈ، لاہور، 2005ء، ص127

12۔ نثار احمد زبیری، پروفیسر، تحقیق کے طریقے، روشناس پرنٹرس، دہلی، 2016ء، ص447

13۔ عبدالرزاق قریشی، مقالہ کی تسوید، (مضمون) مشمولہ: اردو میں اصولِ تحقیق (جلد اول)، ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، ورڈویژن پبلشرز، اسلام آباد، 2004ء، ص257

14۔ عطش درانی، ڈاکٹر، لسانی و ادبی تحقیق و تدوین، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2016ء، ص267

15۔ ایضاً

مآخذ کے لحاظ سے تحقیقی مقالے کے اجزا کے مباحث

تحقیقی مقالہ کے اجزا سے متعلق اگر ہم اردو کے قدیم ماخذات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تحقیقی مقالہ کے اجزا پر قدیم ماخذات میں کہیں بھی سیر حاصل بحث موجود ہی نہیں ہے اور نہ ہی تحقیقی خاکہ کے اجزا پر اس درجہ تفصیل سے مباحث ملتے ہیں جن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے موجودہ زمانے میں تحقیقی مقالے کو سائنٹی فک اور نتیجہ خیز بنایا جاسکے۔

چونکہ سندی تحقیق میں تحقیقی مقالہ کی تنظیم و ترتیب ایک انتہائی مرحلہ ہے اس لیے اس باب میں ہم دیکھیں گے کہ اردو تحقیق کے دستیاب مآخذ میں تحقیقی مقالہ کے اجزا کی کون کون سی صورتیں موجود ہیں اور وہ کون سے دور میں کس صورت میں موجود رہے؟ زیرِ بحث باب میں اردو تحقیقی ماخذات کو تین ادوار میں پیش کیا گیا ہے جس میں تحقیقی مآخذ کا پہلا دور ابتدا سے لے کر 1980ء تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ دور اردو تحقیق کے اوائل کا زمانہ تھا لیکن اگر دیکھا جائے تو 1980ء تک یعنی ستر کی دہائی میں سندی تحقیق کو اتنی اہمیت دی جاچکی تھی کہ تحقیق مقالہ کی پیش کش اور ترتیب و تنظیم کے ساتھ ساتھ تحقیقی مقالے کے اجزا پر بھی اس دور میں بحث ہوتی رہی۔

اردو تحقیق کا دوسرا دور 1980ء سے لے 2000ء تک کا زمانہ ہے اس دور میں سندی و جامعاتی تحقیق اس درجہ ترقی کر چکی ہے کہ یہاں باقاعدہ تحقیقی مقالے کے اجزا اور تحقیقی خاکے کے اجزا تک کے مباحث موجود ہیں۔ وقت اور ضرورت کے تقاضوں کے مطابق اردو جامعاتی تحقیق اپنا لوہا منوا چکی ہے۔

جبکہ تحقیق کے تیسرے دور میں جو 2000ء سے شروع ہوتا ہے اس دور میں جامعاتی و سندی تحقیق پر اتنا کام ہو چکا ہے کہ باقاعدہ اس دور میں انفرادی اور سرکاری سطح پر باقاعدہ محققین نے سندی تحقیق کے لیے تحقیقی مقالہ کے اجزا، تحقیقی خاکہ کے اجزا کو نہ صرف جدید دور کے تقاضوں کے عین مطابق پیش کیا بلکہ ملکی سطح پر ماڈل فارمیٹ بھی تیار کیے جاچکے ہیں جن سے طلبا کو تحقیقی عمل کو سائنٹی فک انداز میں پیش کرنے میں رہنمائی مل رہی ہے۔ ذیل میں ان تینوں ادوار کے ماخذات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

الف: قدیم ماخذات (ابتدا سے 1980ء تک)

1۔ عبدالرزاق قریشی کی کتاب "مبادیاتِ تحقیق" کے مباحث

جب ہم اردو کے قدیم تحقیقی ماخذات کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں ماخذات میں سب سے اہم کتاب

عبدالرزاق قریشی کی "مبادیاتِ تحقیق" ہے۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت 1968ء میں ہوئی اور یہ اردو کی مستند تحقیقی کتب میں شمار ہوتی ہے۔ عبدالستار دلوی نے بھی اس کتاب کو تذکرہ مع تعارف انجمن اسلام اردو ریسرچ کے ساتھ شائع کیا وہ اس کتاب کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "قریشی صاحب کی زیرِ نظر کتاب "مبادیاتِ تحقیق" ہندوستان کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور طلبا میں بے حد مقبول رہی ہے۔ یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق کا بازار گرم ہے۔ ہر سال سینکڑوں طلبا پی۔ایچ۔ڈی کے لیے داخلہ لیتے ہیں اور اس نادر و نایاب کتاب کی تلاش میں رہتے ہیں۔"(1)

مذکورہ بالا اقتباس سے ہی اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عبدالستار دلوی اس کتاب کو اردو تحقیق کا سنگِ بنیاد سمجھتے ہیں۔ اردو تحقیق کے قدیم ماخذات میں مذکورہ کتاب بنیادی اہمیت کی حامل ہے لیکن چونکہ یہ تحقیق کا ابتدائی دور تھا اس لیے متعلقہ موضوع پر مواد دستیاب نہیں ہے کہ وہ اردو تحقیق کے جدید تقاضوں کو پورا کر سکے۔

مذکورہ کتاب میں مقالے کی تیاری کے عنوان سے ایک باب موجود ہے۔ جس میں تحقیقی مقالے کا تعارف، مقصد اور اہمیت پر بات کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مقالہ کی تسوید کے عنوان سے بھی ایک الگ باب موجود ہے۔ جس میں مقالہ کی تسوید اور پیش کش سے متعلق ابتدائی سطح کی معلومات موجود ہیں۔ جو اس وقت کی جانے والی تحقیق کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں اور اس باب میں مستقبل میں بہتری کی طرف پیش رفت کے آثار بھی موجود ہیں۔

2۔ پروفیسر کلب عابد کی کتاب "عماد التحقیق" کے مباحث

اردو تحقیق کے قدیم ماخذات میں کم ہی ایسے ماخذات ملتے ہیں جن میں تحقیقی مقالے کے اجزا یا تحقیقی خاکے کے اجزا پر مباحث موجود ہوں۔ لیکن جن میں ان مباحث کو ضروری سمجھا گیا اور ان پر سیر حاصل بات کی گئی، ان میں سے ایک کتاب پروفیسر کلب عابد کی "عماد التحقیق" بھی شامل ہے۔ مذکورہ کتاب پہلی مرتبہ فیکلٹی آف تھیالوجی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے 1978ء میں نشر کی گئی۔

مذکورہ کتاب اردو کے قدیم تحقیقی ماخذات میں شمار ہونے کے باوجود اس لیے بھی منفرد ہے کہ "عماد التحقیق" میں اس وقت بھی تحقیقی مقالے اور اس کے اجزا کا خیال رکھا گیا۔ اس کتاب کے پہلے باب میں ہی تھیسس (تحقیقی کتاب یا مقالہ) سے متعلق مباحث موجود ہیں۔ اس باب میں تحقیق کی تعریفیں اور تھیسس کے

ارکان پر بات کی گئی ہے۔ جب کہ چوتھا باب تھیسز کی ہیئت کے نام سے لکھا گیا ہے جس میں تحقیقی مقالہ کی تسوید کے لیے مندرجہ ذیل فہرست پیش کی گئی ہے:

1۔ تھیسز کا حجم کتنا ہونا چاہیے؟

2۔ ٹائیٹل پیج کو کس طرح ہونا چاہیے؟

3۔ اظہار تشکر

4۔ مضامین کی فہرست

5۔ مقدمہ

6۔ موضوع سے تاریخی بحث

7۔ ضمیمے

8۔ مصادر و مآخذ وغیرہ۔[2]

مذکورہ بالا فہرست کو مدِ نظر رکھ کر دیکھا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تحقیقی مقالے کے اجزا اور پیش کش کی ترتیب موجودہ زمانے میں پیش کیے جانے والے اجزا سے کس قدر قریب ہے۔ اور کس طرح موجودہ تحقیق کے سائنسی معیارات پر پوری اترتی ہے۔

3۔ دیگر ماخذات میں اجزا کے مباحث

اگر ہم تحقیقی مقالے کے اجزا کی بات کریں تو اردو تحقیق کے اوائل دور میں بھی تحقیقی مقالے کے اجزا پر مباحث ملتے ہیں۔ تاہم یہ مباحث ان جدید تقاضوں کے عین مطابق نظر نہیں آتے جو موجودہ دور میں تحقیق کے تقاضوں کو پورا کر سکیں لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مقالے کے اجزا پر جو مباحث ہمیں قدیم ماخذات میں ملتے ہیں جدید ماخذات میں، جدید دور کے تقاضوں کے مطابق انھیں میں ہی توسیع کر دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے سامنے کلبِ عابد کی کتاب "عماد التحقیق" ایک ایسی کتاب ہے جس میں موجود تحقیقی مقالے کے اجزا کی جو فہرست پیش کی گئی ہے۔ جدید دور میں بھی وہی فہرست تھوڑی بہت ردوبدل کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔ عبدالرزاق قریشی کی کتاب "مبادیاتِ تحقیق" میں بھی ان اجزا کی ابتدائی صورتیں موجود ہیں جن کو بعد ازاں وقت کی ضرورت کے مطابق از سرِ نو ترتیب دیا گیا۔

اس کے علاوہ ہمارے پاس وہ ماخذات بھی موجود ہیں جو اردو اصول تحقیق کے بنیادی تقاضوں کو تو پورا کرتے ہیں لیکن ان میں تحقیقی مقالے کے اجزا سے متعلق کوئی خاطر خواہ مواد موجود نہیں ہے۔ مثال کے طور

پر ابنِ کنول کی مرتبہ کتاب "تحقیق و تدوین" ایک ایسی کتاب ہے جو اردو تحقیق کی اولین کتابوں میں شمار ہوتی اور یہ کتاب پہلی دفعہ 1955ء میں شائع ہوئی اور تاحال اس کتاب کے مزید ایڈیشن بھی اشاعت کے مراحل سے گزارے جارہے ہیں۔ مذکورہ کتاب میں پاک وہند کے معروف محققین کے مضامین شامل ہیں لیکن متعلقہ موضوع پر اس کتاب کا دامن بھی خالی نظر آتا ہے۔ تحقیقی مقالے کے اجزااور پیش کش پر اس میں کوئی مواد موجود نہیں اور نہ ہی تحقیقی خاکہ سے متعلق کوئی بحث موجود ہے۔

اس کے علاوہ آل انڈیااورینٹل کانفرنس میں مالک رام نے "اردو میں تحقیق" پر ایک صدارتی خطبہ دیا جس میں اردو تحقیق پر انتہائی اہم اور نادر معلومات شامل ہیں جسے بعد میں جمال پرنٹنگ پریس دہلی سے ایک کتابچے کی شکل دے دی گئی لیکن یہ کس سن میں شائع ہوا وہ اس کتابچے پر درج نہیں ہے۔ "اردو میں تحقیق" 29 صفحات پر مشتمل ایک جامع خطبہ ہے۔ جس میں اردو تحقیق کا بہت باریک بینی سے جائزہ لیا گیا ہے لیکن اس خطبے میں بھی جامعاتی سطح پر تحقیقی مقالہ کی پیش کش اور اجزا پر کوئی مواد شامل نہیں۔

سید محمد ہاشم کی مرتبہ کتاب "تحقیق و تدوین" میں بھی اگرچہ معروف محققین کے مضامین میں شامل ہیں اور مذکورہ کتاب میں بھی اہم ترین موضوعات پر مواد موجود ہے لیکن یہاں بھی متعلقہ موضوع کو زیرِ بحث نہیں لایا گیا۔ یہ کتاب بھی اردو تحقیق کی اولین کتابوں میں شامل ہے جو کہ مکتبہ جامعہ نئی دلی سے 1978ء میں شائع ہوئی۔

اردو تحقیق کی ایک اور معروف کتاب "تحقیق کے طریقہ کار" جو ش۔ اختر نے لکھی اس کتاب میں بھی تحقیقی مقالے کے اجزا پر کوئی بحث موجود نہیں۔ البتہ اس کتاب کے دوسرے باب میں موضوع کا انتخاب، ریسرچ یونیورس اور سی ناپسس اور تحقیقی ڈیزائن کے عنوان سے ذیلی سرخیاں موجود ہیں۔ باب پنجم میں سوال نامہ اور سوال نامہ کا ڈیزائن کے نام سے سرخیاں موجود ہیں۔ جبکہ باب ششم میں فٹ نوٹ، ضمیمہ، حوالوں کا نظام، اشاریہ اور نقشہ اور تصویریں کے عنوان سے ذیلی سرخیاں موجود ہیں۔ باب ہفتم میں تحقیقی کے رپورٹ کے نام سے بھی ایک ذیلی سرخی موجود ہے جس میں تحقیقی رپورٹ وغیرہ پر بات کی گئی ہے۔ عبد الستار دلوی نے جو مقالے کے اجزا کی فہرست پیش کی ہے مذکورہ بالا عناوین ان سے حد درجہ مماثلت رکھتے ہیں تاہم یہ اجزا مختلف ابواب میں ذیلی عنوانات سے پیش کیے گئے ہیں۔

ب۔ ابتدائی ماخذات (1980ء سے 2000ء تک)

1۔ عبد الستار دلوی کی کتاب کے مباحث

زیرِ بحث کتاب "ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)" کو پروفیسر عبد الستار دلوی نے مرتب کیا ہے۔ زیرِ بحث کتاب کا پہلا ایڈیشن جامعہ ہمدرد دلی کے تعاون سے 1984ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب 177 صفحات پر مشتمل ہے، جس کا موضوع ادبی و لسانی تحقیق کے اصول اور طریق کار پر مشتمل ہے جس میں زبان و ادب کے مشہور و معروف محققین کی آرا موجود ہیں۔ زیرِ بحث کتاب میں موجود مضامین کے ذریعے اس کتاب کے معیار اور مرتب کی ان تھک محنت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب بنیادی سطح کے اسکالرز اور کہنہ مشق محققین کے لیے یکساں طور پر معاون اور مفید ہے۔

یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول ادبی اور لسانی تحقیق (اصول اور طریقۂ کار) پر مشتمل ہے جبکہ حصہ دوم اردو کی لسانی تحقیق کی اہمیت پر مشتمل ہے، حصہ سوم میں تقابلی ادب کے مباحث شامل ہیں اور حصہ چہارم میں تحقیق متن کے اصول پر بات کی گئی ہے جو زبانِ عربی کے ایک نام ور محقق ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کے مضمون کا اردو ترجمہ ہے جس کے مترجم ڈاکٹر فضل الرحمٰن ندوی ہیں۔

تاہم متعلقہ موضوع کو جس حصے سے علاقہ ہے وہ حصہ اول ہے جس میں تحقیقی مقالے کے اجزا اور تشکیل پر بات کی گئی ہے۔ اس حصے میں صفحہ نمبر 81 پر ایک ذیلی عنوان نام بر "مقالے کے مختلف اجزا اور ان کی تشکیل" شامل ہے جس میں تحقیقی مقالے کے اجزا کا تعین موضوع کے اعتبار سے کیا گیا ہے جس کی حتمی شکل درج ذیل ہے۔

1۔ ابتدائی حصہ

(الف) سرورق

(ب) تمہید اور اظہار تشکر

(ج) ترتیب

(د) فہرستِ اشارات و تصاویر وغیرہ

2۔ تحقیقی مقالہ

(الف) موضوع کا تعارف

(ب) وضاحت موضوع کے مختلف ابواب

(ج) نتائج

3۔ آخری حصہ

(الف) فہرستِ معاون کتب

(ب)　　دیگر معاون مواد، تصاویر وغیرہ

(ج)　　اختتام[3]

مندرجہ بالا فہرست کے ذریعے وہ بتاتے ہیں کہ معیاری تحقیقی مقالے کی پیش کش کی ایک عام صورت یہ ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں وہ ان اجزا کو فرداً فرداً وضاحتی انداز میں پیش کرتے ہیں کہ دراصل ان اجزا کو پیش کیسے کیا جانا چاہیے اور ان کے معیاری ہونے کے لیے کن اہم باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

عنوان اور سرورق

سب سے پہلے انھوں نے سرورق اور عنوان کے نام سے ایک سرخی میں یہ وضاحت کی ہے کہ کسی بھی تحقیقی مقالے میں سرورق پر عنوان کا اندراج کس درجہ اہمیت کا حامل ہے اور ساتھ ہی یہ تین اطلاعات بھی واضح کر دی ہیں کہ سرورق پر یونی ورسٹی کا نام ہونا ضروری ہے جس میں تحقیقی مقالہ پیش کیا گیا ہو، سرورق پر سنہ تاریخ کا ہونا ضروری ہے جس سال کو تحقیقی مقالہ پیش کیا گیا، سرورق پر ڈگری یا سند کا نام ہونا ضروری ہے جس کے لیے تحقیقی مقالہ پیش کیا گیا ہو، محقق کا نام اور نگران کا نام بھی سرورق پر ہونا بھی ضروری ہے۔

وہ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان اجزا کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں لیکن عنوان ایک ایسا اہم جزو ہے جس پہ مختصراً بات کرنا ضروری ہے۔ عنوان سرورق کے اوپری حصے میں جلی حروف کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور بعض مقالات میں یہ سرورق پہ اوپر بائیں کنارے پر بھی ملتا ہے لیکن مناسب امر یہی ہے کہ اس کو اوپر درمیان میں ہی لکھا جانا چاہیے۔ عنوان سے متعلق وہ مزید لکھتے ہیں کہ اگر یہ مختصر ہو تو ایک ہی سطر میں لکھا جاتا ہے لیکن بعض دفعہ یہ طویل ہونے کی وجہ سے دو سطروں پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے لیکن اس سے متعلق توجہ طلب بات یہ ہے کہ اس کی دوسری سطر ذرا چھوٹی رہنی چاہیے تاکہ خوب صورتی برقرار رہے۔

عنوان سے متعلق وہ مزید لکھتے ہیں کہ عنوان کسی بھی موضوع کے مسئلے کا اظہاریہ ہوتا ہے، اس کی دو خصوصیات ہیں۔ ایک تو اس کو مختصر ہونا چاہیے یعنی چھے (6) سے دس (10) الفاظ پر مشتمل ہو تو اچھا سمجھا جاتا ہے اور اس کی خوبصورتی کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ یہ ضروری بھی نہیں کہ یہ ایک سطر پر مشتمل ہو، عنوان عام طور پر جملے کی شکل میں نہیں ہوتا یعنی اس میں فعل شامل نہیں ہوتا، عنوان کے ذریعے موضوع کی وضاحت ہوتی ہے اور ضرورت کے مطابق عنوان کے ذریعے تحقیقی موضوع کی حد بندی بھی کی جاسکتی ہے علاوہ ازیں وہ مثال کے طور پہ کچھ عنوان کی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں۔

1۔ تمہید

اس عنوان کے تحت انھوں نے بتایا کہ تحقیقی مقالے کے اصل میں ہی تمہید کا مقام آتا ہے، اس جزو میں ان تمام وجوہات اور تحریکات کا ذکر آتا ہے جن کے تحت محقق مقالہ تحریر کرتا ہے۔ مقالے کے اس حصے میں ابواب کی تقسیم پر اور وجوہات پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے، اظہارِ تشکر کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ یہ حصہ مختصر حصہ ہوتا ہے جس کے کچھ ذیلی عنوانات پر آگے انھوں نے وضاحت کی ہے۔

الف۔ منبعِ تحریک

یہ تمہید کا ہی ذیلی جزو ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ تحقیقی عمل کے لیے محقق موضوع کا انتخاب کسی مضبوط تحریک کی بنیاد پر کرتا ہے اور اس تحریک کے ذرائع یہ ہو سکتے ہیں۔

موضوع کا متنوع ہونا، موجود کام کو آگے بڑھانے کا امکان، ضرورت اور اس کی افادیت کا خیال رکھنا، ہو چکے موضوع میں اگر شک وشبہ کی گنجائش پیدا ہو جائے تو اس کا ازالہ کرنا اور کسی طے شدہ حقیقت یا اصول کا از سرِ نوع تجزیہ کرنے کی ضرورت کا احساس ہونا ہی تحقیقی کام کو بااثر اور بامعنی بناتا ہے۔

ب۔ تنظیمِ ابواب: مقالے کا اختصار

یہ بھی تمہیدی حصے کا ایک اہم ذیلی جزو سمجھا جاتا ہے جس میں انھوں نے وضاحت کی ہے کہ اس حصے میں تحقیقی مقالے کے اختصار کی کوشش کو بیان کیا جاتا ہے، ہر باب میں موجود مواد کے تجزیے کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے اور ہر باب میں حاصل ہونے والے نتائج کی طرف اشارہ بھی کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تمہید کا مقصد قاری اور ممتحن کو مقالے کی ہئیت سے متعارف کرانا ہوتا ہے۔

ج۔ اظہارِ تشکر

اظہارِ تشکر تمہید کا آخری حصہ ہے جس کی عام طور پر دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک تو یہ کہ کسی کا شکریہ ادا اس کے نام کے ساتھ ادا کیا جائے اور دوسری صورت نام کے بغیر کسی کا شکریہ ادا کرنا ہے جو اس سارے تحقیقی عمل میں کسی نہ کسی طرح معاون ومددگار ثابت ہوئے۔ عام طور پر نگران اور صدرِ شعبہ کا نام لے کر ممنونیت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں وہ لکھتے ہیں کہ دیگر اشخاص کا شکریہ مقالے کی اشاعت کے وقت کیا جانا چاہیے یعنی وقت اشاعت اپنے عزیز واقارب کے نام کی شمولیت کوئی مضحکہ خیز عمل نہیں، اس سارے تحقیقی عمل میں اگر کسی شخص سے تکنیکی تعاون ملا ہو تو اس کا شکریہ بھی اس کے نام کے ساتھ ادا کیا جاسکتا ہے، لائبریریوں اور منتظمین

کا شکریہ ادا کیا جا سکتا ہے، اطلاع کاروں اور دوستوں کو بھی اس رسم میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

د۔ ترتیب

اس عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ تحقیقی مقالے کے آخر میں ناموں یا موضوعات سے متعلق کوئی اشاریہ شامل نہیں کیا جاتا بلکہ شروع میں ہی موضوعات کی فہرست پیش کر دینی چاہیے جس مآخذ کی نشاندہی کی جا سکے اور مقالے کی پوری ساخت کا اندازہ بھی کیا جا سکے اور خیال رہے کہ پیش کی گئی فہرست ہر لحاظ سے واضح اور مفصل ہو جس میں ابہام کی کوئی صورت پیدا نہ ہو۔ اس بات کا بھی خیال رکھا جانا چاہیے کہ جہاں سے ابواب کے موضوعات کی فہرست شروع ہوتی ہے ان صفحات کے نمبر اعداد میں لکھے جانے چاہیں جبکہ پیش کیے گئے مود صفحات کی تعداد حروف (الف۔ ب۔ ج) کی شکل میں ہونی چاہیے۔

فہرستِ اشارات

اس عنوان کے تحت جو ابتدائی حصہ کا آخری جزو ہے، کے ذریعے انھوں نے یہ واضح کیا ہے کہ کسی تحقیقی مقالے کی باریکیوں سے مکمل طور پہ واقفیت حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان تمام اشارات اور علامات کی فہرست تحقیقی مقالے کے ابتدائی حصے میں ہی شامل کر دینی جائے تاکہ ممتحن اور قاری اس سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

2۔ مقالے کا خصوصی حصہ

ابتدائی حصہ کے بعد فہرست میں موجود تحقیقی مقالہ کے نام سے یہ دوسرا حصہ ہے جس کے کئی ایک ذیلی اجزا کی وضاحت اس حصے میں کی گئی ہے۔

الف۔ موضوع کی وضاحت

اس عنوان کے تحت محقق اپنے موضوع کی وضاحت کرتا ہے تاکہ قاری اور ممتحن کے سامنے اپنا نقطۂ نظر واضح کر سکے۔ محقق اس جزو میں نہ صرف مقالے کی وسعت بتاتا ہے بلکہ اپنا طریقہ کار بھی واضح کرتا ہے تاکہ قاری اور ممتحن اس بنیاد پر تحقیقی مقالے میں موجود مواد کی اہمیت کا اندازہ لگا سکیں۔

خاص طور پر تحقیقی مقالے کی اصولی ہئیت اور تشکیل کی مختصر وضاحت بھی اسی جزو میں کر دینی چاہیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مقالے میں موجود مفروضات اور عقائد کی وضاحت بھی اسی جزو میں کر دی جانی چاہیے مقالے کا یہی جزو قاری اور ممتحن کو مقالہ پڑھنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں محقق اپنی تمام تیاریوں کا ذکر بھی کر دیتا ہے جو مقالے لکھنے کے دوران اس نے کی ہیں تاکہ قاری اور ممتحن یہ سمجھ سکیں کہ محقق نے

اپنے کام سے متعلق تمام ضروری اقدامات مناسب حد تک مکمل کیے ہیں۔

ب۔ موضوع کا بیان

وہ لکھتے ہیں کہ موضوع کا بیان کسی تحقیقی مقالے کا اہم ترین جزو ہوتا ہے اور اس کو ابتدا سے ہی قاری کے سامنے واضح ہونا چاہیے کیوں کہ تحقیقی مقالے کا عنوان ہی موضوع کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اس لیے یہ اتنا واضح ہونا چاہیے کہ اس میں مزید شک وشبہ کی گنجائش پیدا نہ ہو، البتہ بعد میں اس کا تفصیلی ذکر مقالے کے اندر ہی کر دینا چاہیے، اس کے علاوہ موضوع کی وسعت اور موضوع کی وضاحت کا بیان خود اعتمادی کے ساتھ کرنا چاہیے۔ موضوع کے بیان سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس مسئلے میں کون سے مواد کو نظر انداز کرنا ہے اور کونسے مواد کو شامل کرنا ضروری ہے۔ مسئلے کے حل کا طریقہ کار اور مسئلے کا تذکرہ براہ راست وضاحت کے ساتھ بیان کر دینا چاہیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اپنے مسئلے کو جن مفروضات کی بنیاد پر حل کیا ان کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ مفروضات مسئلے کی بنیادوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ آخر میں وہ یہ بتاتے ہیں کہ قاری اور ممتحن کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس موضوع کی افادیت اور جواز کیا ہے۔

ج۔ گذشتہ کاموں کا جائزہ

اس عنوان کے تحت انھوں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ مقالے کہ شروع میں ہی اس موضوع پر کیے جانے والوں کا جائزہ پیش کر دینا چاہیے کیوں کہ جائزے کے ذریعے اپنے کام کی نوعیت، افادیت، ارتقا، اہمیت اور اس موضوع پر کام کرنے کا نقطۂ نظر بھی سمجھایا جا سکتا ہے۔

اس عمل میں جائزے کو بھی مطالعے کے مراحل کے مطابق ذیلی عنوانات میں منقسم کیا جا سکتا ہے تاکہ مقالے کی ہیئت کی وضاحت کی جا سکے۔ وہ لکھتے ہیں کہ صرف مطالعہ کی گئی کتابوں کا ذکر کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کام کو زیادہ سے زیادہ تبصرہ نگاری اور تجزیہ کاری کے ساتھ کیا جانا چاہیے۔ تبصرہ کرنے کا نقطۂ نظر مقالے کی خوبیوں اور خامیوں کو اجاگر کرتا ہے اور تکمیل کی وضاحت بھی اسی عمل سے متصل ہے۔ گذشتہ مطالعے کی اہمیت اور جواز کی قدر و قیمت کی صحیح انداز میں کی جانی چاہیے۔

وہ بتاتے ہیں کہ عموماً مقالہ کا یہ حصہ طول اختیار کر سکتا ہے اس لیے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ یہ حصہ زیادہ طویل نہ ہو، اس لیے ضروری ہے کہ چند ماہ پہلے ہی ان مقالات کو سامنے رکھ کر ان پر ایک تبصرہ کارانہ نظر ڈالی جائے اور اس انھیں کا تذکرہ یہاں کر دینا چاہیے۔ اس حصے میں مصنف اپنی طبع میں پڑ سکتا ہے لیکن یہ دھیان رہے کہ محقق کو اس ذہنیت سے بچنا ہے تاکہ اس حصے کا اختصار اور ایجاز برقرار رہ سکے۔

د۔ مسئلے کا بیان

وہ اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ مسئلے کا بیان منصوبہ بندی کا آخری حصہ ہے اور مسئلے کی وضاحت کے بعد اس کے حل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگر منصوبہ بندی کا کچھ حصہ نظر انداز یا مسترد کر دیا جائے اور اس کے لیے دلائل پیش کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اس کی طرف مختصر اشارہ کر دینا چاہیے۔ اس کے علاوہ مواد کو پیش کرنے سے پہلے ہی اس کے حل یا فیصلے کو تحریر کر دینا چاہیے کیوں کہ تحقیقی مقالہ کوئی ادبی تحریر نہیں ہے اس لیے قاری کی سہولت کے عین مطابق مسائل کا حل ابتدا میں ہی واضح کر دینا چاہیے کیوں کہ اس کے بغیر محقق اپنے قاری کو زیادہ دیر تجسس میں مبتلا نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی مسئلے کے حل کو کہانیوں یا ادبی تحریروں کی طرح مخفی رکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے محقق کو مسئلے کا حل ابتدا میں ہی واضح کرنا پڑتا ہے تا کہ قاری محقق کی رفتار اور اس کے پیش کردہ دلائل کو سمجھ سکے اور حل کا ذکر اس لیے بھی منصوبہ بندی کے آغاز میں کر دیا جاتا ہے کیوں کہ تحقیق کے دوران محقق منصوبہ بندی کے مختلف تجربوں اور طریقوں سے اپنے مقالے کی اہمیت اور افادیت کو ثابت کرتا ہے۔

ل۔ طریقۂ کار کا ذکر

اس عنوان کے تحت وہ یہ لکھتے ہیں کہ مقالے کے ابتدائی تمہیدی حصے میں طریقہ کار کی وضاحت کرنا بہت ضروری ہے کیوں کہ اگر طریقہ کار خام اور غیر سائنسی ہو گا تو یقیناً اس کے نتائج بھی ناقص اور نا قابل یقین ہوں گے۔ طریقہ کار کا سائنسی ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ تحقیقی مقالہ کا ممتحن اور ذہین قاری ہمیشہ اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ موضوع میں مناسبت یا مطابقت کتنی ہے، اس کی اہمیت اور افادیت کیا ہے اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج کتنے کارآمد اور مفید ثابت ہوں گے۔ کسی بھی تحقیقی مقالہ میں طریقہ کار کا ذکر ایک عمومی اشارہ ہوتا ہے، اس لیے اختیار کردہ طریقہ کار کا ذکر بے حد ضروری ہے اور یہی نہیں بلکہ طریقۂ کار کسی بھی تحقیقی مقالے کی اہمیت اور افادیت کی بنیادوں کا تعین کرتا ہے۔

تحقیقی مقالہ میں طریقہ کار کے ذکر کے ساتھ ہی حاصل کردہ معلومات کا ذکر بھی کر دینا چاہیے، مواد کی جمع آوری کس طرح کی گئی؟ مواد کی درجہ بندی کیا ہے؟ اور اس کا تجزیہ کرنے کے لیے کون سا طریقۂ کار استعمال کیا گیا ہے؟ وہ لکھتے ہیں کہ اس قسم کے پیدا ہونے والے سوالات کا جواب مقالے کے تمہیدی حصے میں ہی دے دینا چاہیے، منصوبہ بندی کی جانچ کی وضاحت کر دینی چاہیے۔ المختصر موضوع کی تلاش سے لے کر اس کے حل ہونے تک جو واردات پیش آئی ہیں ان کا ذکر تمہیدی حصے میں ہی موجود ہونا چاہیے۔

م۔ تحقیقی عمل کا مقصد

اس عنوان کے تحت انھوں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ تحقیقی مقالہ میں موجود مسئلے کہ حل کے ساتھ ساتھ ہی اس کے مقاصد کی وضاحت بھی کر دینی چاہیے۔ لیکن اگر محقق چاہے تو اسے یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ تحقیقی مقالہ کے مقصد کا ذکر علاحدہ بھی کر سکتا ہے۔ تحقیقی مقالہ میں مقصد ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعے مستقبل پر نظر رکھی جاتی ہے۔ پیش کیے گئے تحقیقی عمل کی جذباتی افادیت بھی ایک اہم عنصر ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ غرض وغایت کا مقصد اس محرک سے جڑا ہوتا ہے جس کے سبب محقق نے اس کام کو سرانجام دیا اس عمل سے محقق کے مطالعے کی اہمیت اور ضرورت بھی واضح ہو جاتی ہیں لیکن یہاں اس بات کا دھیان رہے کہ اس حصے میں بے جا تفصیلات کی ضرورت نہیں بلکہ مختصر اشارہ کر دینا بہت ہوتا ہے۔

ن۔ خصوصی ذخیرۂ الفاظ

اس عنوان کے تحت وہ بتاتے ہیں کہ تحقیقی عمل میں استعمال کیے گئے اصطلاحی الفاظ کی فہرست بھی تمہیدی حصے میں شامل کر دینی چاہیے اور وہ الفاظ جو دوسری زبانوں سے مستعار لیے گئے ہیں ان کی بھی وضاحت کرنا ضروری ہے تاکہ کسی غیر زبان کے لیے ان کا سمجھنا مشکل نہ ہو جائے یہ ایک ایسا اختیاری کام ہے جس کی ضرورت کا احساس بھی صرف محقق کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ خود سے وضع کیے گئے الفاظ کی وضاحت کرنا بھی ایک ضروری امر ہے۔ مخصوص مفہوم والے الفاظ کی وضاحت کرنا ضروری ہے ان الفاظ کو بھی ابتدا میں ہی قاری کے ساتھ متعارف کروا دینا چاہیے۔ پہلی مرتبہ استعمال کیے جانے والے الفاظ کی وضاحت بھی صفحے کے زیریں حصے میں نوٹ کی صورت کر دینی چاہیے اور اگر یہ الفاظ کثیر تعداد میں ہوں تو ان کی وضاحت بھی ابتدائی تمہیدی حصے میں ہی کر دینی چاہیے۔ مخصوص الفاظ جن کا تجزیہ مختلف شکل وصورت میں کیا جا سکتا ہے ان کی وضاحت اور خصوصیت کا کیا اثر ہے اس کی وضاحت کر دینا ضروری امر ہے لیکن اس کے لیے ایک توجہ طلب بات یہ بھی ہے کہ ایسے الفاظ کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے جو قاری کی دسترس سے بالاتر ہوں لیکن کبھی کبھی ان کا استعمال ناگزیر ہے تاہم تمہیدی حصے میں اس کی وضاحت کر دینا ضروری ہے۔

و۔ شواہد

اس عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ حصے سے تحقیقی مقالے کا تمہیدی حصہ ختم ہوتا ہے اور یہاں سے ابتدائی حصہ یعنی مقالہ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس حصے میں ان تین عوامل کا ہونا بے حد ضروری ہے مقالے کا مکمل مواد، مواد کا تجزیہ اور مواد سے پیدا ہونے والے دلائل۔ یہاں عموماً اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ مقالے

کا تجزیہ کیسے کرتے ہیں بلکہ مقالہ کی تفصیل پیش کر دی جاتی ہے اور تجزیہ کا ذکر اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج کا ذکر نہیں ہوتا حالانکہ صرف مواد کی تفصیل پیش کر دینا بے معنی عمل ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح ہونا چاہیے کہ جمع شدہ مواد کی بنیاد پر کون سے ثبوت اخذ ہوتے ہیں اور ان کے نتائج کتنے سائنسی اور ثمر آور ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ مواد کی بنیاد پر حاصل ہونے والے نتائج مضبوط اور پختہ کار ہوں جس سے محقق کی محنت کا اندازہ ہو سکے اور ان کا تعلق صرف اور صرف منصوبہ بندی سے ہو۔

ی۔ تشکیل ابواب

ان کے نزدیک مقالے کا سب سے اہم اور مرکزی حصہ ابواب کی تقسیم ہے۔ ابواب کی تقسیم اس طرح ہونی چاہیے کہ دلائل اور مواد کا تعلق واضح ہو ان ابواب کے درمیان ربط زنجیر کی ایک مضبوط کڑی کی طرح جڑا ہونا چاہیے۔ ایک باب جس نکتے پر اختتام پذیر ہو اس آئندہ باب کا اسی نکتے سے آغاز ہو جبھی ہم کہ سکیں گے کہ کسی تحقیقی مقالے کی تنظیم کا کام ایک رزمیہ نظم کے مختلف اجزا کی طرح ہوتا ہے ہر گذشتہ باب کو آئندہ کے لیے محرک ہونا چاہیے۔

تحقیقی عمل میں ابواب کی تقسیم کا کام اور ترتیب کا تعین موضوع کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ ابواب کی ترتیب و تنظیم کا عمل اس انداز میں کیا جانا چاہیے کہ دلائل اور ثبوتوں کے مراحل خود بخود طے ہوتے جائیں۔ ایک باب کو ایسے ترتیب دیا جائے کہ اس کی ترتیب اگلے باب کے لیے بھی اتنی ہی مناسب ہو۔ وہ آگے ایک مثال سے بات کو واضح کرتے ہیں کہ اگر کسی شاعر پر تحقیق کی جائے تو اس کے ابواب کی ترتیب یوں ہونی چاہیے۔ دور، شخصیت اور تخلیقات وغیرہ۔ تحقیقی عمل میں ابواب کی تقسیم طے شدہ اصول و قوانین کے مطابق ہونی چاہیے وہ اس درجہ فطری نظر آئے کہ ہر باب اپنے اندر تکمیل کا احساس رکھتا ہو تاہم قاری کے ساتھ جڑے رہنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں تجسس موجود ہو جو قاری کو تحقیقی مقالے پڑھنے پر مجبور کرے۔ کسی بھی تحقیقی عمل کی جامعیت کا انحصار ابواب کی ترتیب پر ہوتا ہے۔

3۔ آخری حصہ

وہ اس عنوان کے تحت یہ واضح کرتے ہیں کہ یہ کسی بھی تحقیقی مقالے کا سب آخری اور اہم حصہ ہوتا ہے جس میں محقق مقالہ تحریر کرنے کے بعد اس کے نتائج کا تعین کرتا ہے۔ مقالے کہ اسی حصے میں تمام تر مطالعاتی شعبوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور اسی تجزیے کی بنیاد پر نتائج پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ حصہ اتنا احتیاط سے لکھا جانا چاہیے کہ ممتحنِ مقالہ کو پیش کردہ مقالے کا معیار جانچنے میں کسی دشوار کا سامنا کرنا پڑے اور قاری

بھی نہایت مختصر وقت میں اس حصے کے ذریعے مقالے کا خلاصہ جان لے۔

وہ مزید بتاتے ہیں کہ اس حصے میں یہ بات بھی واضح کر دینی چاہیے کہ یہ تحقیقی مقالہ انسانی علوم کی ترویج و ترقی میں کس قدر کا۔اس کام یاب رہا ہے۔ اس کے علاوہ پیش کردہ نتائج انتہائی مختصر اور جامع ہونے چاہییں اور موضوع کا تذکرہ کرتے وقت جو سوالات اٹھائے گئے ان کے جوابات بھی اس حصے میں دے دینے چاہییں۔

اگر تحقیقی مقالے میں نتائج کی تعداد زیادہ ہو تو اس کی درجہ بندی کر لینی چاہیے اور ہر حصے کو الگ الگ واضح کرنا چاہیے۔ ہر ایک باب میں پیش کیے گئے نتائج کا دوسرے باب میں پیش کیے جانے والے نتائج کے ساتھ ایک فطری ربط ہونا چاہیے۔ تحقیقی مقالے کا یہ حصہ کسی ڈھیل کا شکار نہیں ہونا چاہیے، الجھے ہوئے نتائج ہمیشہ بے اثر اور بے معنی ہوتے ہیں، اگر محقق کو نتائج کی پیش کش میں کسی سطح پر بھی دشواری کا احساس ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے محقق خود اپنے پیش کردہ نتائج سے مطمئن نہیں ہے اور پیش کیے گئے نتائج پر نظرِ ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ نتائج میں باہمی ربط اور دوسرے محققین کی آرا سے حسبِ ضرورت ان کا ربط ہونا ضروری ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ محقق کو یہ نتائج پیش کرتے وقت ذاتی تجربے تک محدود رہنا چاہیے نتائج کی صورت میں کوئی ایسی نئی بات نہیں کہنی چاہیے جس کی تفصیل تحقیقی مقالے میں پیش نہ کی گئی ہو اور محقق کو ہر وقت مقالے کی حدود کا علم ہونا چاہیے۔ محقق کو اپنے آپ سے سوال کرنا چاہیے اور اگر اٹھائے گئے سوال کے پیشِ نظر اس کی خود اعتمادی کمزور پڑ رہی ہے تو اس صورت میں محقق کو پیش کردہ نتائج پر نظرِ ثانی کرنی چاہیے۔ نتائج میں اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی بات نہ کی جائے بلکہ تحقیقی مقالے میں پیش کی گئی تمام تر باتوں کو مختصر انداز میں خلاصے کے طور پر پیش کیا جانا چاہیے۔

اس حصے میں اس بات کی وضاحت بھی کر دی جاتی ہے کہ پیش کردہ مقالے نے کیا ثابت کیا ہے یا محقق اس سے کیا ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہ حصہ کس قدر طویل یا مختصر ہو اس کا کوئی اصول طے شدہ نہیں ہے بلکہ یہ موضوع پر منحصر ہوتا ہے کہ اس حصہ کو کتنا مختصر یا طویل کیا جائے عام طور پر یہ حصہ دس صفحوں پر مشتمل ہو تو زیادہ مناسب اور موزوں سمجھا جائے گا۔

2۔ گیان چند جین کی کتاب "تحقیق کا فن" کے مباحث

زیرِ بحث کتاب "تحقیق کا فن" ڈاکٹر گیان چند جین کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ جس میں تحقیق کے فن کو

موضوعِ بحث بنایا گیا۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت 1994ء میں ہوئی۔ یہ کتاب انتہائی باریک رسم الخط میں ہونے کے باوجود بھی 611 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب بائیس (22) ابواب پر مشتمل ہے جن میں ان کے وسیع تر علمی اور تحقیقی مطالعے کا نچوڑ شامل ہے۔ تحقیق کا فن اردو تحقیق میں ایک گراں قدر علمی سرمایہ ہے جو نہ صرف طالب علموں کے لیے مفید ہے بلکہ اساتذہ اور محققین کے نزدیک بھی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ کتاب محققین اور ریسرچ اسکالرز کی ایسی تربیت کرتی ہے جس کی مدد سے وہ تحقیق کو سائنٹیفک اصولوں کی بنیاد پر معیاری اور بہتر بنا سکتے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعتِ اول کا پیش لفظ ڈاکٹر جمیل جالبی نے لکھا تھا اور انھوں نے اس کتاب کو ہر سطح کے طالبعلموں، اساتذہ اور محققین کے لیے کارآمد کہا بلکہ یہ دعویٰ خود ڈاکٹر گیان چند جین نے بھی کیا ہے کہ میں اس کتاب کو اپنی بہترین تصنیف سمجھتا ہوں۔

زیرِ بحث کتاب کا دوسرا باب "تحقیقی مقالہ" کے عنوان سے اس کتاب کے صفحہ نمبر 57 پر موجود ہے۔ جو زیرِ نظر تحقیقی موضوع کا احاطہ کرتا ہے۔ اس باب میں مقالے کی قسمیں، مقالے کی تعریف، مقالے کا حجم، مقالوں کے مکمل نہ ہونے کے اسباب، تحقیق کی منزلیں اور تحقیقی مقالے کے اجزا کے مباحث موجود ہیں۔

تحقیقی مقالے کے اجزا کے عنوان کے نام سے وہ لکھتے ہیں کہ تحقیقی عمل کے بعد مقالے کی جو صورت ہمارے سامنے ہو گی اس کے مختلف اجزا ہیں۔ جن کی وضاحت وہ مختلف مشرقی و مغربی محققین کے بتائے گئے اجزا کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دیتے ہیں۔ سب سے پہلے انھوں نے میک کیرو (Mckerrow) جو کہ انگریزی تدوین متن کے ایک اہم مدون اور محقق ہوئے ہیں کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے تحقیقی مقالے کے اجزا کی وضاحت کی ہے۔ تحقیقی مقالے کے اجزا سے متعلق میک کیرو نے 1940ء میں ایک مضمون لکھا جس میں انھوں نے کہا کہ تحقیقی مقالے کے پانچ اجزا ہیں جن کو گیان چند جین نے اپنی کتاب "تحقیق کا فن" میں شامل کیا جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ تعارف، 2۔ Proposal، 3۔ پھیلاؤ (Boost)، 4۔ Demonstration اور 5۔ اختتام۔

مذکورہ بالا اجزا کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ Proposal سے ان کی مراد مسئلہ ہے جب کہ Demonstration سے ان کی مراد اپنی دریافت کو ترتیب سے پیش کرنا ہے۔

گیان چند جین میک کیرو کے ان اجزا کی وضاحت کرتے ہوئے بیٹ سن کی رائے ان اجزا سے متعلق نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میک کیرو کہ بتائے گئے ان اجزا کی تقسیم نہایت کمزور رہے، کیوں کہ بیٹ سن کا خیال ہے کہ مقالے کا زیادہ تر انحصار ان اجزا کے حصہ نمبر 4 پر ہوتا ہے یعنی تحقیقی مقالے کے اجزا میں

مقالے کی پیش کش کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

تحقیقی مقالے کے اجزا کی معیاری صورتوں کا تعین کرنے کے لیے وہ وضاحت کے طور پر ترابیان کے پیش کیے گئے اجزا کی فہرست اور وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ترابیان نے مقالے کے اجزا کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا اور ان کے کئی ایک ذیلی حصے کیے ہیں۔ وہ ان اجزا کی وضاحت کرنے کے لیے نمونے کے طور پر ترابیان کے بتائے گئے اجزا کی فہرست پیش کرتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

الف۔ تمہیدیے: سرورق۔ دیباچہ (اعتراف سمیت) فہرستِ مطالب۔ جدولوں اور تصویروں کی فہرستیں۔

ب۔ متن: تمہید، مرکزی حصہ جس میں ابواب ہوں گے۔

ج۔ حوالے، ضمیمے، کتابیات

مذکورہ بالا فہرست پیش کرکے وہ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالستار دلوی نے بھی اپنی مرتب کردہ کتاب "ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)" تحقیقی مقالے کے اجزا کی فہرست کچھ اسی طرح پیش کی ہے۔

1۔ ابتدائی حصہ:

سرورق، تمہید اور اظہار تشکر، ترتیب، فہرستِ اشارات و تصاویر

2۔ تحقیقی مقالہ:

موضوی کا تعارف، وضاحت، موضوع کے مختلف ابواب، نتائج

3۔ آخری حصہ:

فہرستِ معاون کتب، دیگر معاون مواد، تصاویر

مذکورہ بالا فہرست کو گیان چند جین نے اسی طرح اپنی کتاب "تحقیق کا فن" میں پیش کیا اور کہا کہ:

> "مجھے اس ترتیب و تقسیم سے کہیں کہیں اختلاف ہے۔ ابتدائی حصے میں جسے ترتیب کہا ہے اس سے غالباً ان کی مراد فہرستِ مطالب ہے۔ آخری حصے میں فہرستِ معاون کتب یعنی کتابیات تو درج کی جاتی ہے لیکن دوسرے معاون مواد اور تصاویر وغیرہ کی فہرست نہیں دی جاتی۔ کتابیات کے بعد اختتام نام کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ دوسرے جزو، تحقیقی مقالہ، کے آخر میں جو نتائج، نام کا جزو ہے وہی اختتام ہے اور بس۔"[(4)]

گیان چند جین کی اس رائے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگر تحقیقی مقالہ کے اجزا کی فہرست تیار کی جائے تو وہ

کچھ یوں ہو گی۔

1۔ابتدائی حصہ:

سرورق، تمہید اور اظہار تشکر، فہرستِ مطالب، فہرستِ اشارات و تصاویر

2۔ تحقیقی مقالہ:

موضوع کا تعارف، وضاحت، موضوع کے مختلف ابواب، نتائج

3۔ آخری حصہ:

فہرستِ معاون کتب

اس کے علاوہ انھوں نے پارسنس کے پیش کردہ اجزا کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ پارسنس نے بھی کم و بیش تحقیقی مقالے کے اجزا کی یہی صورت پیش کی ہے:

سرورق، فہرست، اعتراف، خلاصہ (خاکہ)، مخففات کی فہرست، نقشوں اور جدولوں کی فہرست، تصویروں کی فہرست، مقالہ، ضمیمے، حوالوں کی فہرست (اگر فٹ نوٹ میں نہیں دی گئی) کتابیات۔

اس کے علاوہ انھوں نے ماڈرن لینگو یج ایسو سی ایشن آف امریکہ (M.L.A) کا ذکر بھی اسی عنوان کے تحت کیا اور بتایا کہ اس ایسوسی ایشن کا کتابچہ جو کہ دنیا بھر میں ایم۔ایل۔اے اسٹائل شیٹ کے نام سے جانا جاتا ہے اس نے پوری دنیا میں تحقیق کی ہیئت اور پیش کش کو مربوط اور منضبط کیا۔انھوں نے ساتھ ہی اس کی اہمیت واضح کرنے کے لیے بتایا ہے کہ امریکہ میں بیشتر یونیورسٹیوں، ناشروں اور رسالوں نے اس کے طریقۂ کار کو اپنا لیا اور اب وہاں ہر کتاب، ہر مسودہ اور ہر مطبوعہ مضمون کی ہئیت اور شکل ایم۔ایل۔ے اسٹائل شیٹ کے عین مطابق ہوتا ہے۔ہینڈ بک اسٹائل شیٹ کی مکبر صورت ہے۔جس میں تحقیقی مقالے کہ مندرجہ ذیل حصے بتائے گئے ہیں۔

تلخیص، سرورق، کاپی رائٹ کا صفحہ۔انتساب (اختیاری) ۔apigraph (اختیاری)۔فہرست مشمولات۔فہرستِ تصاویر، فہرستِ جدولات۔دیباچہ۔اعتراف (عموماً دیباچے کے ساتھ ہی) متن۔ضمیمہ (اختیاری)۔حواشی۔فرہنگ (اگر موضوع کے لحاظ سے درکار ہو)۔کتابیات۔اشاریہ۔

اس کے علاوہ بعض امریکی جامعات میں اسکالرز کا بائیوڈیٹا (Bio data) بھی لگانا ہوتا ہے۔

وہ گیان چند جین ایم۔ایل۔اے کے بتائے گئے تحقیقی مقالے کے اجزا کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ اجزا اردو تحقیقی مقالوں کے لیے کس طرح مفید اور کارآمد ہو سکتے ہیں سب سے پہلے وہ تلخیص سے

متعلق وضاحت کرتے ہیں کہ تلخیص سے مراد تحقیقی مقالہ کی تلخیص ہے جو کسی سندی مقالہ میں یا تو مقالہ کے ساتھ داخل کی جاتی ہے یا بعض درسگاہوں میں یہ ممتحن کو پہلے بھیج کر اس سے ممتحنی کی منظوری لی جاتی ہے تاہم امریکہ میں اسے تحقیقی مقالے کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔ اور اپی گراف سے مراد ایک فلسفیانہ نقطہ نظر ہے جو تین چار جملوں کی صورت میں موضوعِ مقالہ کا احاطہ کرتا ہے۔ وہ اس کی مثال کے طور پر الہ آباد سے چھپنے والا رسالہ شب خون کا ذکر کرتے ہیں جس میں ہمیشہ سرورق کے بعد اپی گراف کا صفحہ ہوتا تھا لیکن اردو کے تحقیقی مقالوں میں اس کی موجودگی ضروری نہیں ہے اس کے بعد شکریے اور اعتراف کے طور پر انگریزی میں یہ رواج رہا کہ دیباچہ کے فوراً بعد اعتراف (Acknowledgement) کے جلی عنوان سے ان سب کے نام درج کر دیے جائیں جس سے تحقیقی مقالہ لکھتے وقت محقق نے استفادہ کیا۔ جہاں تک فرہنگ کا تعلق ہے تو وہ صرف اور صرف تدوین متن کے لیے دی جائے گی تحقیقی مقالوں میں اس کی پیش کش کی ضرورت نہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ جب ایک تحقیق کی کتاب لکھی جائے گی تو اس کی معیاری صورت یہ ہونی چاہیے کہ اس میں مندرجہ ذیل اجزا کا ہونا بے حد ضروری ہے۔

سرورق۔ اندر کا ورق جس پر کاپی رائٹ اور ناشر یا ایڈیشن وغیرہ کی تفصیل درج ہوتی ہے۔ انتساب (اختیاری)۔ فہرستِ مطالب۔ تصویروں اور جدولوں کی فہرست، اگر وہ مقالے میں ہیں۔ دیباچہ اور اس کے فوراً بعد اعترافِ ممنونیت۔ کسی دوسرے کا تحریر کردہ مقدمہ اگر ہے۔ متن۔ ضمیمہ یا ضمیمے (اختیاری)۔ حواشی (اختیاری)۔ فرہنگ (اختیاری)۔ کتابیات۔ اشاریہ۔

بعد ازاں انھوں نے یہ وضاحت دی ہے کہ ایک معیاری تحقیقی مقالے میں کونسی چیزیں موجود ہونی چاہییں اور کونسی نہیں وغیرہ۔

3۔ سید جمیل احمد رضوی کی کتاب "لائبریری سائنس اور اصولِ تحقیق" کے مباحث

جن میں سید جمیل احمد رضوی کی کتاب "لائبریری سائنس اور اصولِ تحقیق" بھی شامل ہے اس کتاب کا پہلا ایڈیشن 1987ء میں مقتدرہ قومی زبان سے شائع ہوا۔ یہ تحقیق کے اصول پر ایک رہنما کتاب ہے۔ جس کے دسواں باب "رپورٹ کی تیاری" جو کہ مذکورہ موضوع سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس کتاب میں تحقیقی رپورٹ کے حصوں کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ: "تحقیقی رپورٹ کے تین حصے ہوتے ہیں۔ ابتدائی مواد، رپورٹ کا متن اور حوالہ جاتی مواد وغیرہ۔ مزید یہ کہ وہ ان تینوں حصوں کو مزید کئی ذیلی

عنوانات میں تقسیم کرتے ہیں جس کی فہرست کچھ یوں ہے:

1۔ابتدائی مواد

الف۔ عنوان صفحہ

ب۔ منظور شدہ خاکہ

ج۔ پیش لفظ اور اظہارِ تشکر

د۔ فہرستِ مندرجات

ہ۔ فہرست جلد اول (اگر کوئی ہو)

و۔ فہرست اشکال و تصاویر (اگر کوئی ہو)

2۔ رپورٹ کا متن

الف۔ تعارف

ب۔ مسئلے کا بیان

ج۔ متعلقہ مطالعات کا تجزیہ

د۔ فرضیات کے لیے مفروضے

ہ۔ فرضیات کا بیان

و۔ماخوذ نتائج

ز۔ اصطلاحات کی وضاحت

(2۔الف)طریقِ تحقیق

(الف)استعمال کیے گئے طریقے (خاکہ یا منصوبہ بندی وغیرہ۔)

(ب)معلومات کے ذرائع / مآخذ۔

(ج)معلومات فراہم کرنے کے طریقے / آلات

(2۔ج)

(الف)متن

(ب)جلد اول (اگر ہوں تو ان کو عام طور پر متن میں شامل کیا جاتا ہے۔)

(ج)اشکال و تصاویر (اگر ہوں تو ان کو عموماً متن میں شامل کیا جاتا ہے۔)

(2۔د)خلاصہ، تحقیق اور نتائج

(الف)مسئلے اور طریق کار کا مختصر بیان

(ب) نتائج

3۔ حوالہ جاتی مواد

(الف) کتابیات

(ب) ضمیمہ (اگر کوئی ہو)۔

(ج) اشاریہ (اگر کوئی ہو)۔

(د) مختصر خود نوشت، سوانحی حالات۔ [5]

مذکورہ بالا کتاب میں تحقیقی رپورٹ کے حصوں کو مفصل انداز میں پیش کیا گیا۔ اسی دور میں عبد الستار دلوی نے بھی تحقیقی مقالہ کے اجزا کی کم و بیش یہی ترتیب اور پیش کش بتائی ہے اور گیان چند جین نے بھی اسی فہرست کو پیش کر کے یہ اعتراف کیا کہ وہ معمولی اختلاف کے ساتھ ان کی پیش کردہ فہرست سے متفق ہیں۔

4۔ ظفر الاسلام کی کتاب "اصولِ تحقیق (جدید رِسرچ اصول وضوابط)" میں اجزا کے مباحث

ظفر الاسلام کی کتاب "اصولِ تحقیق (جدید رِسرچ اصول وضوابط)" اردو تحقیق کی اہم کتب میں شمار ہوتی ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 1998ء میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ عرب اسٹڈیز، نئی دہلی سے شائع ہوئی اور تاحال اس کے کئی ایک ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ کتاب جدید اصول وضوابط کے مطابق تیار کی گئی ہے جو نو آموز اسکالر اور تجربہ کار محققین دونوں کے لیے یکساں طور پر مناسب اثر رکھتی ہے۔ مذکورہ کتاب کے پیش لفظ میں پروفیسر شفیق احمد خان ندوی اس کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "یہ کتاب: "اصولِ تحقیق" جو آپ کے ہاتھوں میں ہے فنِ تحقیق کی ایک عمدہ کتاب اور صحیح معنوں میں رہنمائے راہِ تحقیق ہے، جس میں علمی و ادبی تحقیق، اس کے اغراض و مقاصد اور مبادی پر روشنی کے ساتھ ساتھ مآخذ کے سلسلے میں خاطر خواہ رہبری، بنیادی اور ثانوی مصادر و مراجع کی نشان دہی، رسرچ کے فنی پہلوؤں پر گفتگو، تحقیقی مضامین کے لوازم اور علمی مضامین کی تیاری و تحریر کے گر بتائے گئے ہیں۔ آخر میں مغربی مراجع میں مستعمل علامات و رموز اور لاتینی حروف میں عربی، فارسی، اردو کے حروف کی ادائیگی کے طریقے بھی ضمیمے کے طور پر شامل ہیں۔" [6]

مذکورہ بالا اقتباس سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ جدید ریسرچ کے اصول وضوابط پر کتنی منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کے چوتھے باب میں "تحقیقی مقالہ کی تنظیم و ترتیب" کے نام سے

تحقیقی مقالے کے اجزا کی نشاندہی کی گئی ہے جو موضوعِ زیرِ بحث کا احاطہ کرتا ہے، مذکورہ بالا عنوان کے تحت انھوں نے یہ وضاحت کی ہے کہ ایک پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کی ترتیب و تنظیم کیسی ہونی چاہیے۔ ان کی پیش کردہ فہرست کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

1۔ مقالے کا عنوان (Title)

2۔ مقالے کی تلخیص (Abstract)

3۔ اس بات کا اعلان کہ یہ تحقیق اصلی ہے اور اسے کسی یونیورسٹی میں ڈگری کے حصول کے لیے نہیں پیش کیا گیا۔ (Declaration)

4۔ انتساب (اگر آپ چاہیں) (Dedication)

5۔ اظہارِ تشکر (Acknowledgment)

6۔ عربی حروف کو لاطینی حروف میں منتقل کرنے کا طریقہ (اگر مقالہ ایسی زبان میں ہے جو عربی حروف میں نہیں لکھی جاتی مثلاً عربی، فارسی اور اردو وغیرہ)۔ (Transliteration Scheme)

7۔ علامتیں اور اختصارات (Abbreviations)

8۔ مقدمہ (Introduction)

9۔ فہرستِ مضامین (باب در باب) (Table of Contents)

10۔ اصل مقالہ

11۔ مقالے میں آنے والی اصطلاحوں کی تشریح (Glossary)

12۔ فہرست مآخذ (Bibliography)

1۔ بنیادی مراجع (Primary Sources)

2۔ ثانوی مراجع (Secondary Sources)[7]

مذکورہ بالا فہرست کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ظفر الاسلام نے جو تحقیقی مقالہ کی تنظیم اور ترتیب کی پیش کش بتائی ہے وہ نہایت موزوں اور جامع ہونے کے ساتھ ساتھ جدید ریسرچ کے تمام قواعد و ضوابط کا احاطہ کرتی ہے۔ کتاب کے پیش لفظ میں پروفیسر شفیق احمد خان لکھتے ہیں کہ:

"کتاب کے دو اہم مباحث جو تحقیقی مقالات کی تنظیم و ترتیب اور علمی مضامین کی تیاری و تحریر کی کیفیت سے متعلق ہیں، مختصر ہونے کے باوجود انتہائی مفید، پر مغز اور حشو و

زوائد سے پاک ہیں۔ سچ پوچھیے تو مؤلف کی دقتِ نظری مختصر نویسی ہی میں ظاہر ہوتی ہے۔"(8)

اردو تحقیق کے ابتدائی دور میں چھپنے والے تمام آخذ جن میں متعلقہ موضوع پر کچھ نہ کچھ مواد موجود ہے۔ وہ تمام تقریباً ایک دوسرے کوئی نہ کوئی مطابقت یا مناسبت ضرور رکھتے ہیں۔ زیرِ بحث موضوع پر سب سے پہلے جس کتاب میں مفصل بحث موجود ہے وہ عبد الرزاق قریشی کی کتاب "مبادیاتِ تحقیق" ہے۔

5۔ دیگر ماخذات میں تحقیقی اجزا کے مباحث

اردو تحقیق کے جب ہم ابتدائی دور کی طرف آتے ہیں جو اس مقالے میں کی گئی درجہ بندی کے اعتبار سے 1980ء سے شروع ہو کر 2000ء پر ختم ہوتا ہے تو اس میں مذکورہ بالا ماخذات کے علاوہ دیگر بھی کئی ایک اہم ماخذات کو سامنے لاتا ہے۔ جو تحقیق میں مستند اور جامع کتب کی طور پر معروف ہوئی ہیں۔ جن میں ایم سلطانہ بخش کی مرتب کردہ کتاب "اردو میں اصولِ تحقیق (جلد اول)" کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 1986ء میں شائع ہوئی اور تب سے لے کر اب تک کئی مرتبہ اشاعت کے مراحل سے گزر چکی ہے۔ اس کتاب مشہور و معروف محققین نے تحقیق کے متنوع موضوع پر مضامین لکھے ہیں جو اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت اہم ہیں۔ متعلقہ موضوع سے مطابقت رکھنے والے مضامین میں ش۔ اختر کا مضمون "موضوع کا انتخاب" اور "تحقیق کے طریقۂ کار"، عبد الستار دلوی کا "مقالہ کی پیش کش" اور عبد الرزاق قریشی کا "مقالہ کی تسوید" وغیرہ شامل ہیں۔ مذکورہ بالا تمام مصنفین کے مضامین جو کتاب ہذا میں شامل ہیں۔ ان کے مباحث مندرجہ بالا ماخذات میں زیرِ بحث آچکے ہیں۔

دوسری اہم کتاب جو کہ چھے اجلاسوں پر مشتمل ہے اور اس کتاب "رودادِ سمینار: اصولِ تحقیق" کو اعجاز راہی نے مرتب کیا ہے اس اجلاس میں اردو تحقیق کے مایہ ناز محققین نے شرکت کی اور اپنی اپنی آرا کا اظہار کیا۔ یہ کتاب بھی 1986ء میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے شائع کی۔ مذکورہ کتاب میں بھی تحقیقی مقالے کے اجزا پر کوئی مواد موجود نہیں۔ تنویر احمد علوی کی کتاب "اصولِ تحقیق و ترتیبِ متن" میں بھی مذکورہ موضوع اور تحقیقی مقالے کے اجزا پر کوئی مباحث موجود نہیں ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 1994ء میں شائع ہوئی تھی جس میں اصولِ تحقیق کے بجائے ترتیب متن پر زیادہ توجہ دی گئی۔ علاوہ ازیں رشید حسن خان کی کتاب "تدوین و تحقیق کی روایت" جو کہ 1986ء میں شائع ہوئی اس کتاب میں بھی متعلقہ موضوع پر کوئی مواد موجود نہیں ہے۔

ج۔ جدید ماخذات (2000ء سے تا حال)

1۔ عطش درانی کی کتاب "جدید رسمیاتِ تحقیق" کے مباحث

زیرِ تبصرہ کتاب "جدید رسمیاتِ تحقیق "ڈاکٹر عطش درانی کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت اردو سائنس بورڈ، لاہور سے 2005ء میں ہوئی۔ یہ کتاب چودہ ابواب مع اظہارِ تشکر، مقدمہ اور آخر میں ضمیمے، کتابیات و ماخذ اور اشاریہ پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے جو کہ 608 صفحات پر مشتمل ہے۔ جدید رسمیاتِ تحقیق جس کا انگریزی متبادل (Modern Formalities of Research) ہے، جدید رسمیاتِ تحقیق نئے تحقیق کاروں اور محققین کی آبیاری کرنے کے لیے ایک مؤثر اور معاون کتاب ہے۔

مذکورہ کتاب کے جس باب سے زیرِ تحقیق مقالے کا تعلق ہے، وہ اس کتاب کا بارہواں باب ہے جس کا عنوان فہرست میں " تحقیق نگاری " کے نام سے موجود ہے جبکہ کتاب کے اندر صفحہ نمبر 373 پر "مقالہ نگاری" کے عنوان سے موجود ہے۔ اس عنوان کے تحت تحقیقی مقالے کے تکنیکی مراحل، تحشیہ و تعلیقات، اسلوبی نگارش، حدودِ نگارش، پیرانگاری، اخلاقیاتِ تحقیق، املا کے مسائل، اجزائے مقالہ اور ان کی تشکیل، تحقیقی مقالے کی ہیئت اور جائزہ تحقیقی تجزیہ و مقالہ کے ذیلی عنوانات سے موجود ہیں۔

اجزائے مقالہ اور ان کی تشکیل:

زیرِ بحث موضوع کو جس حصے سے علاقہ ہے وہ حصہ اجزائے مقالہ اور ان کی تشکیل کے عنوان سے صفحہ نمبر 400 پر موجود ہے جس میں انھوں نے مزید کئی ذیلی عنوانات کے ذریعے تحقیقی مقالے کی ہیئت کی وضاحت کی ہے۔

مقالے کی عمومی ہیئت

عطش درانی اس عنوان کے تحت یہ وضاحت کرتے ہیں کہ تحقیقی مقالہ لکھتے وقت ان دو باتوں کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے کہ الفاظ کی دروبست کیا ہے، رموز او قاف کب، کہاں اور کیسے استعمال کرنے چاہییں، سطر بندی اور صفحہ بندی کو کس انداز میں پیش کیا جانا چاہیے۔ دوسرا اس بات کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری امر ہے کہ تحقیقی مقالے کے مختلف حصوں کی ابواب بندی کس طرح سے ہونی چاہیے۔ اس عنوان کے تحت ڈاکٹر عطش درانی نے ان دو اہم نکات کا ذکر کیا ہے تاہم ان کی ترجیح آخر الذکر ہی ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ اگر چہ مختلف جامعات میں تحقیقی مقالہ کی ہیئت کا انداز مختلف ہوتا ہے کیوں کہ ہر

درسگاہ کے اپنے وضع کردہ اصول اور ضابطے ہیں لیکن مجموعی طور پر کسی بھی معیاری تحقیقی مقالے کے لیے ایک متفقہ ہیئت ہونی چاہیے جس کی جائزہ فہرست (check list) انھوں نے اپنی کتاب جدید رسمیاتِ تحقیق میں کچھ اس انداز میں پیش کی ہے۔

اجزائے مقالہ کا جائزہ

1۔ پہلا ورق / صفحہ

اس ذیلی عنوان کے تحت انھوں نے تحقیقی مقالے کے اجزا کا پہلا جزو پہلے صفحے کو قرار دیا ہے اور وہ پہلے صفحے میں بھی سب سے زیادہ اہمیت عنوان کو دیتے ہیں کہ اور لکھتے ہیں کہ تحقیقی مقالے کا عنوان تمام بنیادی اور کلیدی الفاظ کا احاطہ کرتا ہو۔ اس کے علاوہ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا جامعہ اور شعبہ کے تمام تر تقاضے پورے ہو گئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ دوسرے صفحے پر خلاصہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

2۔ پیش لفظ یا دیباچہ

اس حصے سے متعلق ڈاکٹر عطش درانی کا کہنا ہے کہ یہ تحقیقی مقالہ کا لازمی جزو نہیں ہے لیکن اگر دیا جائے تو ان تمام باتوں کا خیال رکھنا چاہیے کہ کیا وہ تمام تر ذاتی باتیں جو ضروری ہیں شامل کی گئی ہیں، اعتراف اور اظہارِ تشکر وغیرہ شامل ہے یا نہیں؟ کیا اس حصے کی عبارت فخریہ کلمات سے پاک ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تحقیقی مقالہ لکھتے وقت جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا اظہار اس حصے میں کرنا درست عمل نہیں کیوں کہ یہ تمام مشکلات تحقیقی مقالہ نگاری کا حصہ ہیں اور ان کا اظہار کرنا عدم پختگی کی علامت۔

3۔ فہرست

اس عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا یہ حصہ پیش لفظ کے بعد درج ہے۔ اس حصے میں موجود تمام مشمولات / ابواب ترتیب وار درج ہیں یا نہیں اگر درج ہیں تو کیا ان مشمولات کے صفحات پر نمبر درج ہیں اس کے علاوہ جدولوں، ضمیموں اور تصاویر وغیرہ کی فہرست بھی شامل ہے۔

4۔ پہلا باب

ڈاکٹر عطش درانی اس عنوان کے تحت اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس حصے کو تمہیدی یا پس منظری حصہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس حصے میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔ کیا اس حصے میں تحقیق کا مقصد اور مدعا ایک دو پیراگراف کی صورت تعارفی انداز میں ہے؟، کیا اس حصے میں تحقیقی مشکلات اور تحقیقی سوالات واضح طور پر موجود ہیں۔؟ کیا یہاں مسئلے کا بیان واضح انداز میں درج کر دیا گیا ہے؟،

کیا اس حصے میں تحقیق کی وسعت، دائرہ کار اور تحدید کا ذکر بھی موجود ہے ؟ کیا اس حصے میں ان مفروضوں (Assumption) کا ذکر بھی موجود ہے جو بطور مسلماتِ تحقیق اس تحقیقی عمل سے وابستہ ہیں ؟، کیا اس حصے میں فرضیوں (Hypotheses) کا بیان تحقیقی سوالات کی صورت میں موجود ہے ؟، کیا ان مخصوص اصطلاحوں اور لفظوں کا ذکر موجود ہے جن کے ذریعے محقق نے اپنی تحقیقی رپورٹ پیش کی ہے ؟ اور کیا ابواب بندی کی منطق بھی اس حصے میں بیان کر دی گئی ہے۔

5۔ دوسرا باب: سابقہ ادبیات / تحقیقات کا جائزہ

ڈاکٹر عطش درانی اس جزو کی وضاحت میں کئی اور سوالات کی صورت میں کرتے ہیں کہ کیا اس باب کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس تحقیقی عمل کے لیے منتخب مطالعہ کیا گیا ہے تو کیوں ؟ کیا سابقہ تحقیقات کا خلاصہ / جائزہ تاریخ وار یا مجموعی طور پر درج کر دیا گیا ہے ؟، کیا اس حصے میں بنیادی قوانین، نکات اور تصورات کا ذکر موجود ہے ؟ کیا اس حصے میں حل طلب سوالات اور مسائل و امکان کا ذکر درج ہے یا نہیں ؟ کیا اسے حصے میں تحقیق کے تمام تر پہلوؤں کا ذکر موجود ہے اس کے علاوہ وہ لکھتے ہیں کہ کیا اس حصے میں ان نکات کا ذکر بھی موجود ہے جو تحقیق اور فرضیوں پر اکساتے ہیں ؟ اور باب کا خلاصہ کیا اس حصے کے آخر میں درج ہے یا نہیں ؟

6۔ تیسرا باب: تحقیقی طریقہ کار

اس عنوان کے تحت ڈاکٹر عطش درانی لکھتے ہیں کہ کے اس حصے میں ان باتوں کی وضاحت کر دینی چاہیے۔ کیا پیش کیے گئے موضوع کا تعارف اس کے پس منظر کے ساتھ یہاں پیش کر دیا گیا ہے ؟، کیا ان تمام تحقیقی ڈیزائن، آلات اور طریق کار کا مرحلہ وار ذکر کر دیا گیا ہے ؟، خاص طور پر متغیرات پر قابو پانے کے طریقوں کا بیان وغیرہ۔ اس کے علاوہ کیا موضوع کے کوائف، موزونیت، وثوق اور اس کے معیارات کا ذکر کیا گیا ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی پائلٹ سٹڈی کی گئی ہے تو کیا اس کا مفصل ذکر کیا گیا ہے یا نہیں ؟، کیا بیانیہ میں تجرباتی تحقیق میں آبادی اور نمونہ بندی کے طریقے بیان کر دیے گئے ہیں ؟ کیا آلاتِ تحقیق (Tools) کی موزونیت اور مناسبت کا ذکر کر دیا گیا ہے ؟ اس کے علاوہ پیمانوں کی وضاحت، باب کا خلاصہ۔ آخر میں دیا گیا ہے ؟ وغیرہ وہ لکھتے ہیں کہ اس باب کو پہلے باب کا حصہ بھی بنایا جا سکتا ہے یوں چوتھا باب تیسرا باب بن جائے گا۔

7۔ چوتھا اور دیگر ابواب: تحقیقی متن

اس عنوان کے تحت ڈاکٹر عطش درانی اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ کیا یہ حصہ ایک سے زیادہ ابواب پر مشتمل ہے تو ابواب بندی کی ترتیب کیا ہو گی کیا اس منطق کا اعلان پہلے باب میں کر دیا گیا تھا؟ اس حصے میں یہ دیکھنے کی بھی ضرورت ہے کہ کیا تمام ابواب منطقی ترتیب کے ساتھ پیش کیے گئے جن پر ان کی بنیاد رکھی گئی ہے ؟، پیش کیے گئے تمام کوائف کیا بنیادی ماخذات سے تھے یا ان کے لیے ثانوی یا مخلوط قسم کے ماخذوں سے بھی استفادہ کیا گیا؟، کیا ان ماخذات پر تنقید، تبصرہ اور تجزیہ و تقطیع وغیرہ بھی کی گئی ہے یا نہیں؟ اگر کی گئی ہے تو کیا ان کے لیے خارجی اور داخلی تنقید بھی استعمال کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ طرزِ استدلال کیا ہے اور کیوں کر استعمال ہوا، کیا غیر ضروری عبارتیں اور اقتباسات خارج کر دیے گئے ہیں ؟، کیا ضروری حوالے شامل کر دیے گئے ؟، کیا سوال نامے، انٹرویو وغیرہ معروضی جانچ کے قابل تھے ؟ کیا انھیں پہلے ہی جانچ لیا گیا ہے اور کیا ہر تصور کے لیے علاحدہ سوال موجود ہے؟ اس کے علاوہ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا حوالہ / حاشیہ نگاری کا ایک ہی طریقہ پورے مقالے میں استعمال ہوا ہے ؟ کیا ضمیموں جدولوں کا حوالہ شامل ہے ؟ کیا باب کا خلاصہ آخر میں موجود ہے۔ چوتھا اور دیگر ابواب کے عنوان سے موجود یہ حصہ مذکورہ تمام نکات پر مبنی ہونا چاہیے۔

8۔ آخری باب: نتائج، خلاصہ، سفارشات

اس عنوان کے تحت ڈاکٹر عطش درانی لکھتے ہیں کہ اس باب میں مندرجہ ذیل نکات کا ذکر ہونا بہت ضروری ہے۔ سب سے پہلے اس میں یہ دیکھا جانا ضروری ہے کہ کیا تعارف شامل کر دیا گیا ہے ؟ فرضیے اور تحقیقی سوالات سے متعلق حاصل ہونے والے نتائج کیا الگ سے بیان کر دیے گئے ہیں ؟ اور ان نتائج کے باہمی تعلق کے علاوہ چند اور نتائج بھی حاصل ہوئے تو کیا وہ بھی اس حصے میں درج کر دیے گئے ہیں۔؟ کیا اس حصے میں اعداد و شمار، شماریات یا تجزیہ ایک ہی انداز یا پیرامیٹر سے دیے گئے ہیں اور کیا انھیں اچھی طرح سے جانچ لیا گیا ہے ؟ اس کے علاوہ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا اضافی کوائف کی شمولیت سے معلومات کے حصول سے نتائج پر کوئی فرق پڑا ہے۔؟ اس ضمن میں ش۔ اختر لکھتے ہیں کہ:

> "خاکہ کا آخری باب اختتامیہ ہوتا ہے۔ اس میں مقالہ نگار کوئی باتیں شامل کرنی ہوتی ہیں۔ ابواب کی روشنی میں رہ کر تمام Finding کو یک جا کر لیتا ہے۔ اپنے مقصد کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔ مفروضات کی تردید یا تصدیق کا جائزہ لیتا ہے۔ طریقہ کار کی روشنی میں جو نتائج سامنے آتے ہیں ان سبھوں کو آخری باب میں رقم کرتا ہے۔ وہ ان مسائل

کا ذکر بھی کر سکتا ہے جو تحقیق کے دوران وارد ہوتے ہیں اور جن پر نئے سرے سے تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ اچھا مقالہ وہ ہوتا ہے جس کے ابتدائی اور اختتامیہ ابواب قاری کے دلوں میں پہلے جستجو اور کرید پیدا کرے اور جب وہ آخری منزل سے گزر رہا ہو تو اسے یک گونہ طمانیت قلب ہو جائے۔"[9]

اس حصے میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ کیا فرضیے ثابت ہوئے یا فرضیوں کے خلاف کوئی نتائج بر آمد ہوئے یا جزوی اثبات ہوا ہے ؟ کیا نتائج سے واضح مفہوم نکالا گیا ہے اور حاصلات اور نتائج کی متبادل تشریحات بھی کر دی گئی ہیں۔ اس حصے تک پہنچ کے یہ وضاحت بھی ہونی چاہیے کہ تحقیق کتنی واضح رہی اور کتنی مزید درکار ہے۔ کیا اس کی سفارش کر دی گئی ہے ؟، کیا تحقیق کا خلاصہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔

9۔ ملحقات، تعلیقات، ضمیمے، اشاریہ وغیرہ

اس حصے میں اس بات کی وضاحت کر دینی چاہیے کہ کیا کتابیات مناسب ہیئت میں درج ہیں ؟ اور کیا حواشی، تعلیقات، اور ضروری ضمیمے مناسب ہیئت کے ساتھ درج ہیں۔

10۔ اضافی نکات

اس حصہ میں ڈاکٹر عطش درانی نے وہ تمام احتیاطی تدابیر بتائی ہیں جن کا خیال رکھ کر کسی بھی تحقیقی مقالے کو ایک متوازن اور معیاری مقالہ بنایا جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تحریر میں توازن ہونا چاہیے کہیں کسی جملے میں بے معنویت اور جھول نہ ہو۔ جملوں کے بیان واضح ہوں کہیں جھول پیدا نہ ہو۔ کسی جگہ بے جا افتخار سے کام نہ لیا جائے ، کہیں ذاتی اور شخصی اور ذاتی تنقید نہ کی جائے نہ ہی غیر ضروری صفات بیان کرنی چاہئیں۔ مقالے کی کمپوزنگ اور فارمیٹنگ جامعہ کے اصول و قوانین کے عین مطابق ہونی چاہیے۔ پروف، املا، اور رموز او قاف کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ ضروری امر یہ بھی ہے کیا اس طرح کے مقالوں کی ہیئت دیکھ لی گئی اور کیا صدرِ شعبہ کے ساتھ یا نگران کے ساتھ اس بارے میں گفتگو کر لی گئی ہے۔

تحقیقی مقالے کی ہیئت (اردو اور پاکستانی زبانوں کے حوالے سے)

مذکورہ بالا اجزا کا جائزہ پیش کرنے کے بعد اس کے علاوہ ڈاکٹر عطش درانی نے تحقیقی مقالے کی ہیئت (اردو اور پاکستانی زبانوں کے حوالے سے) کے عنوان سے یہ بتایا ہے کہ تحقیقی مقالے کی ہیئت کیسی ہونی چاہیے۔

سرورق

اس عنوان کے وہ پانچ مزید ذیلی اجزا کا ذکر کرتے ہیں کہ سرورق میں ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ سرورق میں وہ سب سے پہلے عنوان کا ذکر کرتے ہیں کہ تحقیقی مقالہ کے عنوان کو مختصر ہونا چاہیے جو کہ علاقے، زبان اور موضوع کا احاطہ کرتا ہو۔ دوسرے نمبر پر وہ بتاتے ہیں کہ سرورق پر تحقیق کار کا نام بھی موجود ہونا چاہیے اگر رول نمبر ہے تو وہ بھی لکھنا چاہیے۔ تیسرے نمبر پر ڈگری جس کے حصول کے لیے یہ تحقیقی کام سرانجام دیا گیا اس کا ذکر کرنا چاہیے۔ شعبہ کا نام جس شعبے میں یہ کام جمع کیا جائے گا اس کا نام بھی لکھنا بے حد ضروری ہے جیسے اردو / پاکستانی زبانیں وغیرہ اور آخر میں سرورق تاریخِ تکمیل اور تاریخ داخلہ کا اندراج لکھنا بھی بے حد ضروری ہے۔

اعترافات / اظہارِ تشکر

اس حصے میں ڈاکٹر عطش درانی لکھتے ہی کہ ان تمام افراد اور اداروں کا ذکر کرنا چاہیے جنھوں نے تحقیقی کام کی تکمیل کے لیے مواد فراہم کیا ان کا شکریہ وغیرہ بھی ادا کر دینا چاہیے۔

فہرست

تحقیقی مقالے کے اس حصے میں مندرجہ ذیل اجزا کی فہرست دے دینی چاہیے۔

- مندرجات
- جداول
- ضمیمے

مذکورہ بالا اجزا کی پیش کش کے بعد ڈاکٹر عطش درانی نے تحقیقی مقالے کو پانچ مزید حصوں میں تقسیم کیا۔ جن کے کئی ایک اور ذیلی عنوان ہیں جن میں بتایا گیا کہ کسی تحقیقی مقالے کی ہیئت کیا ہونی چاہیے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

حصہ اول: تحقیقی بنیاد یا ڈیزائن

تعارف (پہلا و تیسرا باب)

- اس حصے میں سب سے پہلے مقاصدِ تحقیق (Research Purposes) پر بات کی گئی ہے کہ اس حصے میں ہی یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ ہم یہ تحقیق کیوں کرنا چاہتے ہیں اس کے علاوہ اس تحقیقی عمل میں

پیش آنے والی مشکلات اور دشواریوں کا ذکر بھی کر دینا چاہیے کہ دورانِ تحقیق پیش آنے والی محسوس دشواریاں(Felt Difficulties) کیا تھیں۔

- اس کے بعد وہ مسئلہ یا تحقیقی سوال / سمت کا بیان(Statement Problems) کا ذکر کرتے ہیں کہ اسی حصے میں بیان مسئلہ کی وضاحت بھی کر دینی چاہئے۔
- فرضیہ یا تحقیقی جواب(Hypothesis) کو بھی معقول انداز میں بیان کر دینا چاہیے۔
- وقعتِ مسئلہ (Significance) کی وضاحت بھی یہاں کر دینی چاہیے کہ اس میں موجود رویوں اور معلومات میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوں گی۔
- مفروضے / مسلمات (Assumptions) ان کا ذکر بھی یہاں لازمی طور پر کر دینا چاہیے۔ کیوں انھیں مفروضات یا مسلمات کو تحقیقی مقالے کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے۔
- تحدید (Limitation,Delemitation) کا ذکر بھی اسی حصے میں کر دینا چاہیے۔ تحدید تحقیقی مقالے کی حد کا تعین کرتی ہے۔ تحدید وقت کا تعین، حدود اور دائرہ کار کا تعین کرتی ہے جو کہ ہمیشہ موضوع کی مناسبت سے کی جاتی ہے۔
- طریق کار (Procedure/Methods) اس حصہ میں یہ وضاحت کر دینی چاہیے کہ اس تحقیقی عمل میں تحقیق کی کونسی قسم استعمال ہو گی، تحقیق کا ڈیزائن اور اس کے تحقیقی عمل کا دورانیہ بھی واضح کر دینا چاہیے۔
- آلات وماخذ کا جائزہ(Instruments, Sources) کی وضاحت بھی اسی حصہ میں کر دینی چاہیے۔ (اہمیت وسند)
- مخصوص اصلاحات کی فہرست (Specific Terminology) اس حصے میں ان مخصوص اصطلاحات کی وضاحت بھی کر دینی چاہیے جو تحقیقی عمل میں استعمال کی گئی ہیں۔
- ابواب بندی کی منطق سے متعلق وضاحت بھی اسی حصے میں کر دینی چاہیے۔

یہ حصہ گیارہ نکات پر مشتمل ہے۔ جس کی کامیابی کا انحصار ڈاکٹر عطش درانی کے مطابق انھیں نکات پر منحصر ہے۔

دوسرا باب: متعلقہ ادبیات کا جائزہ

اس حصے میں تحقیقی مواد کا جائزہ لیا جائے گا جس میں سب سے پہلے ماقبل انجام دی گئی تحقیق، تحقیقی

مقالے، مضامین اور دیگر متعلقہ ادبیات شامل ہیں جن پہ فرضیوں کی بنیاد استوار کی گئی ہے۔

حصہ دوم: تحقیقی متن

تحقیقی مقالے کا یہ حصہ کئی ابواب پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اس میں اشاریہ، کتابیات یا متن کی تدوین کرنا ہو گی تو اس میں ابواب بندی نہیں کی جائے گی۔ البتہ اس کی اور صورتیں ہو سکتی ہیں۔ تقابل کرتے وقت اشخاص کے احوال کے بجائے رجحات، رویوں اور پس منظر وغیرہ پر دو یا تین ابواب دیے جائیں گے۔ اور اس میں بھی ابواب بندی کی منطق کا خیال رکھا جانا چاہیے۔

ادبی تحقیق

اس حصے میں ڈاکٹر عطش درانی نے تین نکات کی صورت وضاحت کی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- ادبی تحقیق میں صنفی، تاریخی اور تہذیبی موضوعات شامل ہوتے ہیں۔
- دوسرے نکتے میں تحریکوں، رجحانوں اور رویوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ جب بات تاریخی تحقیق کی ہو گی تو ایک باب میں تاریخی تحقیق سے قبل رویوں کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔ اور جب بات بیانیہ تحقیق کی ہو گی تو اس میں سروے کی تکنیک کو استعمال کیا جاتا ہے۔
- تیسرے نکتے میں انھوں نے تقابلی جائزہ (ادبی، شخصی، موضوعاتی) کی وضاحت کی ہے۔ یہاں تقابل کے بنیادی اصول (Criteria) کا تعین کرنا ضروری ہے۔ پھر ہر متغیر (Variable) کے لیے الگ باب ہونا چاہیے۔ اس کے بعد مشترک اور غیر مشترک پہلوؤں پر ابواب ہوں گے۔

لسانیاتی تحقیق (Linguistics Research)

اس عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ شاید کوئی فونیات، صوتیات وغیرہ پر بھی اردو زبان میں تحقیق کرے۔

لغوی لسانی تحقیق (Philological/Lexicological)

اس عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ لغوی لسانی تحقیق کے بنیادی پہلوؤں کی وضاحت پر بھی ایک باب ہو گا۔

تقابلی تحقیق (دیگر علوم سے تعلق) (Comparative Related Studies)

ڈاکٹر عطش درانی نے ان نکات کی وضاحت تین نکات کی مدد سے کی ہے کہ تقابلی تحقیق میں کن باتوں کا خیال

رکھا جائے گا۔ موضوع سے متعلق علم کی فکری حدود کا بیان ایک ضروری عمل ہے۔ یہ بھی واضح کر دینا چاہیے کہ اردو سے اس کا کیا تعلق ہے۔ متن کے تیسرے باب سے علمی جائزے لیے جائیں گے۔

حصہ سوم: خلاصہ، نتائج، سفارشات

حصہ سوم میں ان تین اجزا کا خیال رکھا جانا بے حد ضروری ہے۔ ان کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر عطش درانی لکھتے ہیں کہ ہر حصے کا خلاصہ تین یا چار سطروں میں ہر صفحے پر کیا جانا چاہیے۔ دوسرے نمبر پر اہم نتائج ہیں۔ دورانِ تحقیق جو نئی معلومات سامنے آئیں ان کا ذکر کرنا بھی ایک ضروری عمل ہے۔ فیصلے اور فرضیوں کی توثیق اور آخر میں ان سفارشات کا ذکر کرنا ضروری ہے سفارشات سے مراد وہ عنوان ہیں جن پر دورانِ متن محقق کو تحقیق کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

حصہ چہارم: ماخذ و کتابیات

حصہ چہارم میں انھوں نے ماخذات کی ترتیب کی وضاحت کی ہے۔ ان ماخذات کی ترتیب کو ڈاکٹر عطش درانی دو مزید ذیلی عنوانات میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے شخصی ماخذ اور دوسرے غیر شخصی ماخذ۔

شخصی ماخذ سے ان کی مراد وہ تمام آرا ہیں جو انھوں نے افراد سے انٹرویو کی صورت حاصل کی ہیں۔ اور غیر شخصی ماخذ کو وہ مزید تین حصوں میں تقسیم کر کے ان کی وضاحت کرتے ہیں۔

الف۔) غیر مطبوعہ: غیر مطبوعہ سے ان کی مراد وہ تمام قلمی نسخے، مسودے، مخطوطات، مسلیں، دستاویزات، خطوط، ڈائری، روزنامچے اور متفرق کاغذات ہیں جو چھاپہ خانوں سے نہیں گزرے۔

ب۔) مطبوعہ: مطبوعہ سے ان کی مراد کتبِ حوالہ، لغات اور قاموس وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ وہ عمومی کتب جن کا تعلق اردو، عربی، فارسی، فرانسیسی یا دیگر زبانوں سے ہے وہ بھی مطبوعہ کتب کا حصہ ہیں۔ اور تیسرے نمبر وہ تمام روزنامچے، ہفت روزے، ماہنامے، سہ ماہی اور دیگر رسائل وغیرہ شامل ہیں جن کو بطورِ حوالہ پیش کیا گیا۔

حصہ پنجم: ضمیمے

اس حصے سے متعلق انھوں نے یہ وضاحت دی ہے کہ یہ حصہ چہارم کی جگہ اور کتابیات حصہ پنجم کی جگہ بھی ہو سکتے ہیں۔

تحقیقی مقالے کی کامیاب ہیئت کے لیے اس میں مذکورہ بالا ہیئت کے رہنما اصولوں کا ہونا بے حد ضروری ہے۔

2۔ عبد الحمید خان عباسی کی کتاب "اصولِ تحقیق" کے مباحث

زیرِ بحث کتاب "اصولِ تحقیق" پروفیسر ڈاکٹر عبد الحمید خان عباسی نے لکھی ہے۔ جو کہ اردو زبان میں ایک مفید اور معاون کتاب ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن فروری ۲۰۱۵ء میں نیشنل بک فاؤنڈیشن سے شائع ہوا تھا اور بعد ازاں بہت قلیل دورانیے میں یہ کتاب متعدد بار اشاعت کے مراحل سے گزری ہے اور ملک کی اہم جامعات میں اسے ایم۔ اے اور ایم۔ فل کی سطح پر نصابی ضرورت کے تحت پڑھایا جاتا ہے جو کہ نئے ریسرچ اسکالرز اور محققین کے لیے بنیادی اہمیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کتاب کا پیش لفظ ڈاکٹر انعام الحق جاوید اور دیباچہ ڈاکٹر شاہد صدیقی نے لکھا ہے۔ زیرِ بحث کتاب ۴۴۳ صفحات اور ۱۷ ابواب پر مشتمل ہے جس میں تحقیق کے رہنما اصول بتائے گئے ہیں جو علومِ شرقیہ اور علومِ اسلامیہ کے طالب علموں اور محققین کے لیے معاون اور مددگار ثابت ہوں گے۔

عبد الحمید خان عباسی نے یہ کوشش کی ہے کہ وہ اپنے مشاہدات اور تجربات کو نوواردانِ فن تک پہنچائیں تاکہ تحقیقی مقالہ لکھتے ہوئے طالب علموں کو جن عملی پیچیدگیوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے وہ اس کتاب میں پیش کیے گئے رہنما اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اسے آسانی سے سر کر سکیں۔

اصولِ تحقیق میں میرے موضوع کو جس باب سے علاقہ ہے وہ زیرِ بحث کتاب کے چھٹے باب میں با عنوان: "معیاری تحقیقی مقالے کی خصوصیات" کے نام سے موجود ہے جس میں انھوں نے کئی ایک ذیلی عنوانات کے ذریعے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ایک معیاری تحقیقی مقالہ لکھنے کے لیے کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے جیسے کہ تحقیقی مقالہ کیا ہے؟، معیاری مقالے کی خصوصیات کیا ہیں؟ مواد کی ترتیب و تنظیم کس طرح ہونی چاہیے؟، تسوید مقالہ اور تحقیقی مقالے کی ہیئت کیا ہوگی وغیرہ۔ میرے موضوع کا تعلق چونکہ تحقیقی مقالہ کے ہیئت کے ساتھ ہے اس لیے زیر بحث کتاب میں تمام تر بحث کا دارومدار تحقیقی مقالے کی ہیئت اور اجزا پر مبنی ہے۔

"اصولِ تحقیق" میں عبد الحمید خان عباسی نے صفحہ نمبر ۳۶۸ پر تحقیقی مقالے کی ہیئت کے عنوان سے ایک ذیلی عنوان کے تحت یہ بتایا ہے کہ ایک معیاری تحقیقی مقالے کی ہیئت کیا ہونی چاہیے اور اس کے اجزا کون کون سے ہیں اور کن اجزا کی موجودگی کی بنیاد پر ہم کسی تحقیقی مقالے کے معیاری ہونے کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ ذیل میں انھوں نے ان اجزا کی فہرست پیش کی ہے اور کی وضاحت بھی کر دی ہے۔

1۔ سرورق

اس عنوان کے تحت وہ بتاتے ہیں کہ سرورق کسی بھی مقالے کا سب سے ابتدائی اور اہم حصہ ہوتا ہے جس میں ان چھے (۶) باتوں کا ہونا بے حد ضروری ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1. سرورق میں سب سے اوپر مقالے کا عنوان لکھنا چاہیے۔
2. پیش کی گئی ڈگری کا نام کسی بھی تحقیقی مقالے کے سرورق پر ہی لکھ دیا جانا چاہیے۔
3. سرورق میں دائیں جانب مقالہ نگار کا نام بھی لکھا جانا چاہیے۔
4. سرورق کے بائیں جانب اس استاد کا نام لکھنا چاہیے جس کی نگرانی میں تحقیقی مقالہ مکمل ہوا ہے۔
5. اس یونی ورسٹی اور شعبہ کا نام بھی لکھا جانا چاہیے جہاں مقالہ پیش کیا گیا۔
6. سرورق پر ہی تاریخ یعنی ماہ اور سن بھی درج کرنا چاہیے جس میں مقالہ پیش کیا گیا۔

وہ لکھتے ہیں کہ ایک معیاری تحقیقی مقالے کی ہیئت میں سرورق جو کہ مقالے کا ابتدائی حصہ ہے اور دیکھنے والے کی نظر سب سے پہلے اسی پر پڑتی ہے اس لیے اس میں مذکورہ چھے باتوں کا خیال رکھا جانا بے حد ضروری امر ہے۔ بعد ازاں وہ سرورق بطورِ نمونہ پیش کرتے ہیں کہ ایک معیاری تحقیقی مقالے کے سرورق کو اس طرح ڈیزائن کیا جانا چاہیے۔

2۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرورق کے بعد وہ معیاری تحقیقی مقالہ کی دوسرا اہم جزو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو قرار دیتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ بسم اللہ سرورق کے بعد الگ ایک صفحے پر لکھا جانا چاہیے لیکن علوم اسلامیہ میں یقیناً اس کی ضرورت لازمی ہو گی لیکن اردو زبان و ادب میں اس جزو کی حیثیت اختیاری ہونی چاہیے۔

3۔ ہدیہ تشکر

اس عنوان کے تحت وہ بتاتے ہیں کہ اس صفحے پر مقالہ نگار ان تمام افراد کا شکریہ ادا کرے جنہوں نے اس تحقیقی عمل کو مکمل کرنے میں اس کی معاونت کی ہے۔ سب سے پہلے اس شخصیت کا شکریہ ادا کیا جانا چاہیے جنہوں اس موضوع کو اختیار کرنے میں مقالہ نگار کی مدد کی ہو، اس کے بعد اس ادارے کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جس نے مقالہ نگار کے تحقیقی موضوع کو منظور کر کے اسے اس موضوع پر تحقیق کرنے کی اجازت دی۔ اس کے بعد اپنے نگران کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جن کی نگرانی میں یہ کام مکمل کیا۔ اس کے بعد مقالہ نگار

ان تمام افراد کا شکریہ ادا کرے جنہوں نے اس کام کو تکمیل تک پہنچانے میں اس کی مدد کی ، ان تمام لائبریریوں کے منتظمین کا شکریہ ادا کرے جہاں سے مقالہ نگار نے مدد حاصل کی۔ مقالہ نگار کو ان تمام اشخاص اور اداروں کا شکریہ ادا کرتے وقت مبالغہ اور چاپلوسی سے بچنا چاہیے۔

4۔ فہرست مضامین

اس عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ کلمات تشکر کے بعد فہرستِ مضامین (تحقیقی مقالے کی مشکلات) کی فہرست دی جاتی ہے ان کے نزدیک اس فہرست کی ترتیب یوں ہونی چاہیے۔ سب سے پہلے دیباچہ پھر تمہید اس کے بعد مقدمہ اور آخر میں پیش لفظ شامل ہو۔ یہاں ایک ضروری بات یہ ہے کہ مقدمہ پر صفحات کے نمبر دو طرح سے لگائے جاسکتے ہیں۔ ایک تو اعداد کے اعتبار سے اور دوسرا حروفِ تہجی کے اعتبار سے۔ اس کے علاوہ وہ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دیباچہ یا مقدمہ میں مندرجہ ذیل نکات کا خیال رکھا جانا چاہیے۔

سب سے پہلے مقدمے میں اختیار کردہ موضوع کے اسباب کا ذکر کیا جانا چاہیے کہ جو موضوع مقالہ نگا رنے اختیار کیا اس کے اسباب کیا تھے، موضوع میں بنیادی سوال کون سا اٹھایا گیا ہے، مقدمے یا دیباچے میں فرضیہ (اگر کوئی بنتا ہو تو) کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے، زیرِ بحث موضوع پر اگر اس سے پہلے کوئی تحقیقی کام موجود ہے تو اس کا ذکر بھی مقدمہ یا دیباچہ میں کر دینا چاہیے، اپنے موضوع کی اہمیت، جواز اور دوسروں کے لیے اس کام کی افادیت بھی مقدمہ کے اندر کر دینا چاہیے اور آخر میں موضوع پر کام کرنے کے اسلوب کا بھی خیال رکھا جانا چاہیے جو اس موضوع کی کیفیت اور نوعیت پر مبنی ہو۔

5۔ ابواب

مذکورہ بالا عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ مقدمے کا بعد موضوع کا اصلی اور اہم حصہ شروع ہو جاتا ہے جس میں موضوع کو مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اگر موضوع کی تقسیم ابواب کی صورت میں ہو تو ہر باب کو ایک نئے صفحے پر لکھ دینا چاہیے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ اگر ان ابواب کے مزید ذیلی عنوان بنا دیے جائیں تو اس سے ایک تو مقالے کی افادیت میں اضافہ ہوتا ہے اس کے علاوہ قاری کی دلچسپی بھی برقرار رہتی ہے اور وہ اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا۔

6۔ نتائج یا خلاصہ بحث

اس عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ ابواب کے بعد مقالے کا سب سے اہم ترین حصہ نتائج یا حاصلِ بحث ہے کیوں کہ اس میں کسی مقالے کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتے ہے۔ دراصل مقالے کا یہ حصہ ممتحن اور

قاری دونوں کو مقالے کے رموز کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

7۔ ملحقات اور ضمیمے

تحقیقی مقالہ لکھتے وقت بعض نکات ایسے ہوتے ہیں کہ انھیں مقالہ تحریر کرتے وقت زیرِ بحث نہیں لایا جا سکتا اور نہ ہی مقالے کے متن میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے تو بعد ازاں مقالے کے اس حصے میں انھیں ملحقات یا ضمیمے کی صورت میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ ضمیمہ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے ش۔ اختر رقم طراز ہیں کہ:

"ضمیمہ کوئی بے کار شے نہیں یا فیشن کے طور پر استعمال نہیں ہوتا۔ خاکہ میں اس کی نشان دہی ہونی چاہیے۔ اردو میں عام طور سے اشاریہ نہیں ہوتا اسے نظر انداز کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ایک اچھی تھیس میں یہ شامل رہتا ہے۔"(10)

مذکورہ بالا اقتباس سے تحقیقی مقالے میں موجود ضمائم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

8۔ مصادر و مراجع کی فہرست

یہ کسی بھی تحقیقی مقالے کا سب سے اہم جزو ہوتا ہے۔ بعض محققین اسے (Biblography) یا کتابیات کا نام دیتے ہیں لیکن وہ لکھتے ہیں کہ اگر مصادر و مراجع کو کتابیات کے متبادل استعمال کیا جائے تو یہ نہایت موزوں اور مناسب ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ مصادر و مراجع کی فہرست تیار کرتے وقت ان اصولوں کو مدِ نظر رکھا جائے جو حوالہ دیتے وقت مد نظر رکھے گئے ہیں۔ اگر مقالہ میں حوالوں کی ترتیب کتابوں کے نام سے درج ہے تو مصادر و مراجع میں بھی اسی ترتیب کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ لیکن اگر مقالہ میں حوالوں کی ترتیب مصنفین یا مولفین کے اعتبار سے دی گئی ہے تو مصادر و مراجع میں بھی ویسے ہی دی جائے گی تاہم ایک بات کا خیال دونوں صورتوں میں رکھنا ضروری ہے کہ حروف تہجی کا خیال رکھا جانا چاہیے اگر مصادر و مراجع کی فہرست زیادہ طویل ہے تو اسے حصوں میں تقسیم بھی کیا جا سکتا ہے لیکن یہاں بھی الف بائی ترتیب کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ مثال کے طور پہ انھوں نے بتایا کہ جیسے کتبِ تفسیر، کتبِ حدیث اور کتبِ فقہ وغیرہ۔ تاہم اردو میں یہ تقسیم کتبِ تحقیق، کتبِ تدوین اور کتب ترتیب کی صورت میں کی جا سکتی ہے۔

عبد الحمید خان عباسی کہتے ہیں کہ اگر کسی تحقیقی مقالہ کی ہیئت ان اجزا پر مشتمل ہو تو ایسا مقالہ ایک معیاری مقالہ کہلانے کا حقدار ہو گا۔

3۔ نثار احمد زبیری کی کتاب "تحقیق کے طریقے" کے مباحث

اردو تحقیق کے جدید ماخذات کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو اس دور کی اہم کتابوں میں نثار احمد زبیری کی کتاب " تحقیق کے طریقے " کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ یہ کتاب 2016ء میں روشناس پرنٹرز دہلی سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب بنیادی طور پر سولہ ابواب پر مشتمل ہے جس میں اصولِ تحقیق سے متعلق تمام بنیادی مباحث کا خیال رکھا گیا ہے۔ تاہم متعلقہ موضوع کو علاقہ مذکورہ کتاب کے سولہویں باب "مقالے کی تحریر" سے ہے۔اسی عنوان کے تحت انھوں نے ایک ذیلی سرخی "تحقیقی پرچہ کیسے لکھا جائے ؟" میں مقالے کے اجزا یا حصوں کی وضاحت کی ہے۔ مندرجہ ذیل میں ان کی فہرست پیش کی جارہی ہے جو کچھ یوں ہے:

1۔ خلاصہ

2۔ تعارف

3۔ نظری اساس

4۔ تحقیق کا مقصد

5۔ متعلقہ مواد کا مطالعہ

6۔ تحقیق کے سوالات

7۔ طریقہ کار

8۔ نتائج

9۔ تبصرہ

مذکورہ بالا فہرست کے ذریعے انھوں نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ ایک تحقیقی پرچہ کو کیسے لکھا جانا چاہیے اس میں کون کون سے اجزا کا خیال رکھا جائے گا وغیرہ۔ اس کے علاوہ انھوں نے اسی باب کے ابواب کی منطق اور اس کے اجزا کو مفصل انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ ابواب بندی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> " ایک اچھا محقق اپنے کام کے ابواب، کام شروع کرنے سے پہلے ہی طے کر لیتا ہے اور ایسا وہ اس وقت کر سکتا ہے جب تحقیق کا پورا نقشہ اس کے ذہن میں بالکل واضح ہو۔ یہاں بھی یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ حقیقت میں ابواب کی تعداد کوئی معنی نہیں رکھتی۔ چنانچہ یہ خیال کہ زیادہ ابواب زیادہ تاثر خیز ہوں گے، نہ صرف نقصان دہ بل کہ غیر ضروری طور پر محنت طلب بھی ہو سکتا ہے۔"(11)

اس کے بعد انھوں نے تحقیقی مقالے میں ابواب بندی کی مثالیں پیش کی ہیں اور ساتھ یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ مذکورہ اجزا میں سے کون سا جزو کون سے باب کا حصہ ہو گا وغیرہ۔

4۔ دیگر ماخذات میں اجزا کے مباحث

اگر ہم اردو تحقیق کے جدید دور میں موجود تحقیقی ماخذات کا جائزہ لیتے ہیں تو اس دور کی اہم تحقیقی کتب میں تحقیقی مقالے کے اجزا، مقالے کی تنظیم و ترتیب اور تحقیقی خاکہ اور اس کی پیش کش کو تقریباً نظر انداز کیا گیا ہے۔ اردو تحقیق کے اہم تحقیقی ماخذات میں موضوع زیرِ بحث پر مواد کی عدم دستیابی ایک پیچیدہ اور حل طلب مسئلہ ہے۔

رفاقت علی شاہد کی مرتب شدہ کتاب "تحقیق شناسی" جس میں اردو کے اہم ترین محققین کے مضامین شامل ہیں اس میں موضوع زیرِ بحث پر مواعد موجود نہیں۔ یہ کتاب 2003ء میں شائع ہوئی اور پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے دوسرے حصے میں "مقالہ نگاری: طریق اور ضوابط" کے نام سے ایک مضمون شامل ہے۔ جو ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اور ڈاکٹر زاہد منیر عامر کی مشترکہ ملکیت ہے۔ اس مضمون میں بھی زیرِ بحث موضوع پر کوئی مواد شامل نہیں بلکہ اس میں سے کچھ ایک اجزا کا ذکر ہی موجود ہے اور اس کی بھی ترتیب دیگر تمام محققین سے مختلف ہے مثال کے طور پر وہ مقدمہ کو سب سے آخری جزو کے طور پر پیش کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ: "دیباچہ یا مقدمہ کسی بھی مقالے کے آغاز میں آتے ہیں لیکن تصنیفی ترتیب میں انھیں تحقیق کے آخری مرحلے میں لکھا جاتا ہے۔"(12)

"تصیح و تحقیقِ متن" نذیر احمد کی کتاب ہے جس کا شمار اردو تحقیق کی اہم کتب میں ہوتا ہے۔ مذکورہ کتاب پہلی مرتبہ ادارہ یادگارِ غالب، کراچی سے 2000ء میں شائع ہوئی اور اس کتاب کا پیش لفظ عبد الستار دلوی نے لکھا۔ تاہم اس کتاب میں بھی موضوعِ زیرِ بحث سے متعلق کوئی مواد موجود نہیں۔ تاہم یہ کتاب اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے۔

اس کے علاوہ "تحقیق و تدوین: سمت اور رفتار" موصوف احمد کی مرتب کردہ کتاب بھی اردو کے جدید ماخذات میں شمار ہوتی ہے۔ جو حکومتِ لکھنؤ کے تعاون سے شائع ہوئی زیرِ نظر کتاب میں اردو تحقیق کے نامور محققین کے مضمون شامل ہیں اور یہ کتاب بھی اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے تاہم اس میں زیرِ بحث موضوع سے متعلق کوئی مواد موجود نہیں۔ اردو تحقیق کے جدید دور میں ڈاکٹر عطش درانی کی کتاب "جدید رسمیاتِ تحقیق"، عبد الحمید خان عباسی کی کتاب "اصولِ تحقیق" اور نثار احمد کی کتاب "تحقیق کے طریقے" زیرِ بحث

موضوع پر منفرد اور اہم کتب ہیں۔

د۔ جامعاتی وغیر جامعاتی کتابچے / ماڈل فارمیٹس

1۔ علامہ اقبال یونیورسٹی کے تیارہ کردہ ماڈل فارمیٹ کے مباحث

زیرِ بحث ماڈل فارمیٹ علامہ اقبال یونیورسٹی کے شعبہ اردو سے جاری کیا گیا ہے۔ جس کا نام رہنمائے تحقیق (مقالے کی تسوید و پیش کش) رکھا گیا۔ زیرِ بحث ماڈل فارمیٹ رہنمائے تحقیق (مقالے کی تسوید اور پیش کش) کی طبع ثانی 2006ء میں ہوئی اور اسے تیار کرنے کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں کو معاون و ممد و قرار دیا گیا جن کی فہرست اس کتابچے کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

اس ماڈل فارمیٹ کے نام سے ہی اس کی حدود کا تعین ہو جاتا ہے بل کہ اس کے مقاصد واضح ہو جاتے ہیں کہ یہ شعبۂ اردو سے تعلق رکھنے والے پختہ محققین اور نئے اسکالرز کے لیے کس درجہ مفید اور معاون ہے۔ جامعاتی تحقیق میں ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کے اسکالرز کے لے تحقیقی مقالہ کی تسوید اور پیش کش کے لیے بھی یہ ایک بھروسے مند فارمیٹ ہے۔ جس میں پیش کیے گئے رہنما اصولوں کے ذریعے ایک کامیاب تحقیقی مقالے پیش کیا جا سکتا ہے۔

زیرِ بحث مقالہ رہنمائے تحقیق دو حصوں پر مشتمل ہے۔ تعارف کے بعد پہلا حصہ مقالے کی پیش کش کا ذکر موجود ہے جب کہ دوسرا حصہ تصریح و مبادیات کے عنوان سے موجود ہے۔ بعد ازاں ان دونوں عناوین کے تحت ان کے ذیلی اجزا پر مفصل بحث کی گئی ہے تاہم میرے موضوع کو علاقہ اول الذکر سے ہے۔ جو تحقیقی مقالے کی پیش کش کے عنوان سے موجود ہے۔

تحقیقی مقالے کی پیش کش

حصہ اول تحقیقی مقالے کی پیش کش کے عنوان سے شامل ہے جس میں اس بات کا اعتراف کیا گیا کہ زیرِ بحث کتابچہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے منظور شدہ ہے جس میں ادارے کے بنائے گئے ضابطوں اور قوانین کی پابندی لازمی ہے۔ جو کہ مختلف عنوانات سے اس فارمیٹ میں شامل کر دی گئی ہیں۔

بعد ازاں ان اصولوں اور ضابطوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ کامیاب تحقیقی مقالے کی تکمیل کے لیے بے حد ضروری ہیں اور بتایا گیا ہے کہ تحقیقی مقالہ چونکہ ایک سرکاری سطح کی دستاویز ہے اس لیے اس میں مندرجہ ذیل نکات کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ تحقیقی مقالے میں انتساب کا الگ صفحہ شامل نہ کیا جائے کیوں کہ یہ مصنف

کی کوئی ذاتی تصنیف نہیں بل کہ ایک نصابی ضرورت کے تحت لکھا جاتا ہے۔ تاہم انتساب کاغذ کے صرف ایک طرف لکھا جا سکتا ہے۔ مقالے میں حتی الامکان اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس میں غلطیوں کی گنجائش نہ ہو اور نہ ہی غلطیوں کی صورت میں قلم کے ذریعے کی گئی تصیحات قابلِ قبول ہوں گی۔ ایم۔ فل کی سطح کے لیے لکھے جانے والے تحقیقی مقالے میں صفحات کی کم سے کم تعداد 200 جب کہ زیادہ سے زیادہ 250 صفحات پر مشتمل ہونی چاہیے۔ اور جو مقالہ جات پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے لکھے جائیں گے ان کی تعدادِ صفحات کم از کم 250 جب کہ زیادہ سے زیادہ 450 ہونی چاہیے۔

اس کے علاوہ یہاں مقالہ لکھنے کی مدت کا بھی اعلان کر دیا گیا ہے۔ مقالے کے موضوع کے رجسٹر ہونے سے لے کہ مقالے کی تکمیل تک وقت کی قدر و قیمت کو مدِ نظر رکھا جانا چاہیے۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ کسی بھی تحقیقی مقالے کی قدر و قیمت کا تعین اس مقالے کی ضخامت نہیں کرتی بلکہ اس کی قدر و قیمت کا انحصار تحقیقی مقالے میں موجود معیاری تحقیقی مواد سے متصل ہے۔ محقق کو ہر لمحہ اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ اس نے کیا لکھنا ہے کے بجائے کیا نہیں لکھنا کے کلیہ پر عمل درآمد کرنا ہے۔ ایک کامیاب تحقیق مقالے کی پیش کش کے لیے یہ بھی ضروری عمل ہے کہ اس میں مذہبی، علاقائی، لسانی، ذاتی اور تاریخی تعصبات سے گریز کیا گیا ہو۔ مزید یہ کہ اگر مقالے میں کچھ موضوعات کا ضمنی طور پر ذکر آتا ہے اور محقق کو یہ احساس ہو جائے کہ ان پر مزید تحقیق کی جا سکتی ہے تو اس کو سفارشات میں اس کا ذکر ضرور کرنا چاہیے تا کہ مستقبل میں تحقیق کے نئے باب روشن ہو سکیں۔ نیز ایک معیاری تحقیقی مقالے کی پیش کش کے لیے مذکورہ بالا نکات کو پیشِ نظر رکھنا بے حد ضروری عمل ہے۔

پشتہ (Spine)

لفظ پشتہ فارسی سے اردو میں داخل ہوا جو کہ بطور اسم استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں دیوار منڈیر کی جھونک روکنے کے لیے اس کی پشت سے ملا کر سلامی دار چنا ہو یا چبوترہ سا جو دیوار اور فرش کے جوڑ پر اس غرض سے بناتے ہیں کہ پانی گر کر بہ جائے اور دیوار کی بنیادوں میں جذب نہ ہو یا وہ چمڑہ یا کپڑا جو کتاب کی جلد کی پشت پر چڑھاتے ہیں، نیز کتاب کا پٹھا؛ گتے کا کٹا ہوا ٹکڑا وغیرہ۔ اس حصے میں یہ بتایا گیا ہے کہ پشتہ پر محقق کا نام، عنوان / موضوع، ڈگری کا نام اور سالِ تحقیق کا ذکر ہونا بے حد ضروری ہے۔ بعد ازاں اگلے صفحات پر بیرونی اور اندرونی صفحات کے نمونہ جات بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔

نگران کا تصدیق نامہ

اس عنوان کے تحت اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اندرونی اور بیرونی صفحات کی تکمیل کے بعد نگران کا تصدیق نامہ شامل کیا جائے گا جس میں متعلقہ نگران اس بات کا اعتراف کرے گا کہ زیرِ نظر مقالہ ان کی رہنمائی میں ایم۔فل یا پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے کیا گیا ہے جس کی مکمل جانچ اور رہنمائی کے بعد وہ اجازت دیتے ہیں کے مقالے کی کارروائی کو جامعہ کے اصول اور قوانین کے تحت آگے بڑھایا جائے۔

دیباچہ

اس عنوان کے تحت اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اس حصے میں محقق کو اپنی ذاتی بات کہنے کی مکمل آزادی ہوتی جس میں وہ طریقۂ تحقیق کی وضاحت کر سکتا ہے، اپنے موضوعاتی برتاؤ کا چلن بیان کر سکتا ہے، اپنے تحقیقی تجربات کا ذکر کر سکتا ہے۔ماخذات و مصادر کی نشاندہی کے علاوہ اپنے معاونین چاہے اور اشخاص ہو یا ادارے کا شکریہ ادا بھی کر سکتا ہے وغیرہ۔

فہرستِ ابواب

اس عنوان کے تحت یہ وضاحت کی گئی ہے کہ یہاں ایک صفحے پر اپنے مقالے کے ابواب کی فہرست پیش کی جانی چاہیے اس حصے میں صرف ابواب کے نام اور نمبر ہی نہیں آتے بل کہ تمام ذیلی عنوانات کا ذکر بھی کیا جانا چاہیے۔ مثال کے طور پر یہاں انور سدید کی کتاب "اردو ادب کی تحریکیں" کے ابواب کی فہرست کا ذکر کیا گیا۔

مقالے کی ابواب وار مفصل پیش کش

تحقیقی مقالے کی ابواب مفصل پیش مذکورہ بالا عنوان کے تحت پیش کر دینی چاہیے۔

کتابیات

جب آخری باب کا اختتام درج کر لیا جائے تو اس کے بعد کتابیات کی فہرست پیش کر دی جائے۔

ضمیمہ

کتابیات کے فہرست پیش کرنے کے بعد ضمیمہ شامل کیا جائے گا۔

ایک معیاری تحقیقی مقالے کی تسوید اور پیش کش کے لیے مذکورہ اصول اور قوانین پر عمل پیرا ہونا بے حد ضروری ہے۔

2۔ شفیق انجم کے تیار کردہ ماڈل فارمیٹ کے مباحث

"اردو رسمیات مقالہ نگاری" کے عنوان سے زیرِ بحث ماڈل فارمیٹ شفیق انجم کا ڈیزائن کیا ہوا ہے جس میں تحقیقی مقالہ نگاری کی رسمیات کے ساتھ ساتھ اسٹائل شیٹ کی تمام تر جزئیات بھی زیرِ بحث لائی گئی ہیں۔ یہ کتابچہ پہلی مرتبہ جامعہ نمل (نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد) سے شائع ہوا۔ جس کا واحد مقصد سندی تحقیق کے حصول کے لیے پیش کیے جانے والے تحقیقی مقالات کی کی ہیئت کو متعین کرنا تھا۔ کیوں کہ تمام جامعات میں ان تحقیقی مقالے کی پیش کش ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہے۔ شفیق انجم اس کتابچے کہ دیباچے میں ہی اس کے مقصدِ اشاعت کی وضاحت کر دیتے ہیں اور وہ لکھتے ہیں کہ:

> "یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو میں تحقیقی مقالات کی پیش کش کے لیے کوئی طریقہ کار متعین نہیں۔ مختلف جامعات، لسانی و ثقافتی اداروں اور شخصیات کے ہاں اپنے اپنے انداز میں مقالات پیش کیے جا رہے ہیں۔ اس میں لچکداری کا یہ عالم ہے کہ ایک ہی محقق کے مختلف تحقیقی منصوبے رسمیات کے اعتبار سے ایک جیسے نہیں۔ شخصیات تو ایک طرف جامعات میں، جہاں معیار بندی اورر وضعِ اصول و ضوابط کی توقع رکھی جاتی ہے۔ مقالاتِ تحقیق قسم قسم کے رنگوں کے ہیں۔ متعینہ طریقہ کار نہ ہونے کی وجہ سے سکالرز الگ تکلیف اٹھاتے ہیں اور نگران و ممتحن الگ۔ ایسے میں ضروری ہے کہ قومی سطح پر متفقہ لائحہ عمل تیار ہو اور اس کے تحت ضوابط وضع کیے جائیں۔"(13)

مذکورہ بالا اقتباس سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ تحقیقی مقالہ کی ترتیب و تنظیم، مقالے کے اجزا اور مقالے کی پیش کش کا عمل کس درجہ ضروری نوعیت کا کام ہے۔ زیرِ بحث کتابچے میں انھوں نے صفحے کی سائز سے لے کر مقالے کے عنوان کی مبادیات اور ایم۔ فل، پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالوں کی پیش کش کے طریقوں کی وضاحت کے عملی نمونے پیش کیے ہیں۔ تاہم مقالے کے اجزا کے بجائے انھوں نے تحریر کا سائز، حوالہ دینے کے طریقے، عنوان کی مبادیات، متن کے مختلف اندراجات اور متن میں رموز او قاف تک کی وضاحت کر دی ہے۔ نو آموز اسکالرز کی رہنمائی کے لیے یہ کتابچہ ایک مفید اور معاون نمونہ ہے۔

3۔ معین الدین عقیل کے تیار کردہ ماڈل فارمیٹ کے مباحث

معین الدین عقیل کا "رسمیاتِ مقالہ نگاری (تحقیقی مقالہ نگاری کے جدید تر اور سائنٹی فک اصول)

"کے عنوان سے ایک مضمون جو کہ جامعہ نمل (نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد) سے چھپنے والے تحقیقی مجلے "دریافت" کے چھٹے نمبر میں شائع ہوا ہے۔ یہ مقالہ اپنی نوعیت کے ایک بہترین مقالہ اس لیے بھی ہے کہ اس میں تحقیقی مقالے کے سائنٹی فک اصولوں کی طرف پیش رفت کی گئی ہے۔ معروضات اور تاریخی پس منظر کے بعد ایک ذیلی عنوان "رسمیاتِ مقالہ نگاری کا ہے۔ اس عنوان کے تحت انھوں نے عنوان کی تمام تر مبادیات کا ذکر کیا کہ تحقیقی مقالے میں عنوان کا تعین کیسے کیا جانا چاہیے، اقتباس کے مسئلے پر بھی سیر حاصل بحث موجود ہے، مآخذ کی نشاندہی کے مسائل سے لے کر حوالہ درج کرنے کے طریقوں تک تمام تر مباحث موجود ہیں بعد ازاں متن کی تدوین کے مراحل، پیراگراف ی بندش اور رموز او قاف کا تعین وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔ لیکن موضوعِ زیر بحث سے متعلق اس میں کوئی بحث موجود نہیں۔ جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ تحقیقی مقالے کے اجزا کی ترتیب کیا ہو گی یہ اجزا کون کون سے ہوں گے اور ان اجزا کی پیش کش یا ترتیب و تنظیم کا عمل کیا ہو گا۔

تاہم اس مقالے میں حوالہ درج کرنے کے طریقوں پر تفصیل سے بات کی گئی ہے کہ کونسی کتب کا حوالہ کس طرح پیش کیا جائے گا۔ اگر کوئی ترجمہ شدہ کتب ہے، مرتبہ کتب ہے یا مصنف کی اپنی کوئی کتاب ہے مضمون کے حوالے کس طرح دیے جانے چاہیے ہیں یا انگریزی مصنفین کے ناموں کے حوالہ کس طرح دیے جائیں گے تاہم یہ تمام زیرِ بحث مسائل موضوعِ ہذا کے احاطہ کار میں شامل نہیں۔

اردو تحقیق کے ان تینوں ادوار (قدیم دور، ابتدائی دور اور جدید دور) کے ماخذات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اردو تحقیق میں تحقیقی مقالے کے اجزا پر مختلف مباحث موجود ہیں اور ان مباحث میں اختلافات کی کئی ایک صورتیں موجود ہیں۔ کہیں یہ اختلافات ان اجزا کی ترتیب میں موجود ہے تو کہیں تعداد میں تاہم ہر دور میں اس دور کی بنیادی تحقیقی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق ہی ان اجزا کو ترتیب دیا گیا ہے تا کہ وہ اس زمانے میں ہونے والی تحقیق کے بنیادی تقاضوں کو پورا کر سکے اور ان سے ثمر آور نتائج بر آمد ہوں۔ بعد ازاں وقت کی ضرورت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ان اجزا میں کمی یا اضافے کی گنجائش ہمیشہ موجود رہی۔

حوالہ جات

1۔ عبدالستار دلوی، پروفیسر،(دیباچہ)تذکرہ مع تعارف،مبادیاتِ تحقیق،ڈاکٹر عبدالرزاق قریشی،انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ممبئی،2014ء،ص10

2۔ کلبِ عابد، پروفیسر، عمادالتحقیق، فیکلٹی آف تھیالوجی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ،1978ء،ص91تا96

3۔ عبدالستار دلوی، پروفیسر،ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب(اصول اور طریق کار)،انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ممبئی، طبع دوم2016ءص8

4۔ گیان چند جین،ڈاکٹر، تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،1994ءص2

5۔ جمیل احمد رضوی، سید ، لائبریری سائنس اور اصولِ تحقیق،مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم 1995ء،ص238تا240

6۔ شفیق احمد خان، پروفیسر، پیش لفظ، اصولِ تحقیق (جدید ریسرچ کے اصول وضوابط)، ظفرالاسلام، ڈاکٹر، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ عرب اسٹڈیز، نئی دہلی،1998ء،ص11

7۔ ظفرالاسلام،ڈاکٹر، اصولِ تحقیق (جدید ریسرچ کے اصول وضوابط)، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ عرب اسٹڈیز، نئی دہلی،1198ء،ص174تا175

8۔ شفیق احمد خان، پروفیسر، پیش لفظ، اصولِ تحقیق (جدید ریسرچ کے اصول وضوابط)، ظفرالاسلام، ڈاکٹر، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ عرب اسٹڈیز، نئی دہلی،1998ء،ص11

9۔ ش۔اختر،ڈاکٹر، تحقیق کے طریقہ کار، سینٹر فار سائنٹی فک اینڈ کلچر، رانچی، س۔ن، ص4

10۔ ش۔اختر،ڈاکٹر، تحقیق کے طریقہ کار، سینٹر فار سائنٹی فک اینڈ کلچر، رانچی، س۔ن، ص44

11۔ نثار احمد زبیری، پروفیسر، تحقیق کے طریقے،روشناس پرنٹرس، دہلی،2016ء،ص435

12۔ رفیع الدین ہاشمی،ڈاکٹر/زاہد منیر عامر،ڈاکٹر، مقالہ نگاری:طریقِ کار اور ضوابط،(مضمون)مشمولہ: تحقیق شناسی، رفاقت علی شاہد،(مرتب)،القمر انٹرپرائزر،لاہور،2013ء،ص133

13۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، اردو رسمیاتِ مقالہ نگاری، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، 2011ء ،ص11

باب سوم

اجزا کے لحاظ سے مآخذ کے مباحث

تحقیقی خاکے اور تحقیقی مقالے کی پیش کش پر علمائے تحقیق کی طرف سے مختلف مباحث سامنے آتے ہیں جو تحقیقی عمل کے بنیادی اصولوں کو واضح کرتے ہیں۔ تاہم یہ مباحث مختلف نوعیت کے ہیں۔ بعض منابع و مصادر میں ان کی پیش کش میں اختلاف ہے اور بعض میں ان کی ترتیب اور طوالت و اختصار کو لے کر علمائے تحقیق بحث کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن یہ رائج شدہ اصول اور قوانین موجود مآخذ میں اس وضاحت کے ساتھ موجود نہیں جو ایک ناتجربہ کار اسکالر کے لیے تحقیقی عمل کو آسان بنا سکیں۔

جب ہم اردو مصادر کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ان مصادر میں تحقیقی مقالے کے اجزا سے متعلق اشتراکات اور اختلافات کی کئی صورتیں نظر آتی ہیں۔ اس لیے زیرِ بحث مقالے میں جامعہ نمل، اسلام آباد (نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز) میں تحقیقی خاکے کے رائج شدہ اجزا کو سامنے رکھتے ہوئے اردو ماخذات میں موجود اجزا کا تجزیہ کیا جائے گا۔ جامعہ نمل میں رائج اجزا کی فہرست کچھ یوں ہے۔ موضوع کا تعارف، بیانِ مسئلہ، مقاصدِ تحقیق، تحقیقی سوالات، نظری دائرہ کار، تحقیقی طریقہ کار، مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق، تحدید، پس منظری مطالعہ، تحقیق کی اہمیت، فہرست ابواب، تفصیلی ابواب بندی، بنیادی مآخذ اور ثانوی مآخذ وغیرہ۔

1۔ موضوع کا تعارف(INTRODUCTION)

موضوع کا تعارف تحقیقی مقالے کا ابتدائی حصہ ہوتا ہے جس میں تحقیق کار تمام تر طوالتوں اور پیچیدگیوں سے بچتے ہوئے انتہائی سادہ اور آسان الفاظ میں اپنے تحقیقی موضوع کا تعارف کراتا ہے کیوں کہ موثر ابلاغ اور تحقیق کے دائرے میں، ایک جامع تعارف فراہم کرنے کا فن انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ چاہے یہ تعارف تحقیقی و تعلیمی مضامین کی صورت میں ہو یا گفتگو کی کسی بھی شکل میں، ایک اچھی طرح سے تیار کردہ تعارف معلومات کو سمجھنے کا اہم ذریعہ ہے۔ تعارف ہی قارئین کو موضوع کی گہرائی تک جاننے کی طرف راغب کرتا ہے۔ اس لیے جامع تعارف کی اہمیت کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لیے، اس کی اہمیت، دائرہ کار اور کلیدی اجزا کا جائزہ لینا از حد ضروری ہے۔

تحقیقی مقالے کے اجزا میں موضوع کے تعارف کی پیش کش انتہائی اہم اور بنیادی مرحلہ ہے اور یہ تقریباً اردو کے تمام مصادر اور منابع میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ تاہم اس کی پیش کش میں طوالت و

اختصار اور ترتیب کے لحاظ سے کئی ایک اختلافی صورتیں موجود ہیں، عبد الستار دلوی نے اپنی کتاب "ادبی ولسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)" میں ایک ذیلی عنوان "تحقیقی مقالے کے اجزا اور ان کی تشکیل "میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ تحقیقی مقالہ کے اجزا کیا ہوں گے اور ان کو تشکیل دینے کا عمل کیا ہو گا۔ جس میں انھوں نے تحقیقی مقالے کے اجزا کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ جو ابتدائی حصہ، تحقیقی مقالہ اور آخری حصہ کے نام سے موجود ہیں۔ جن کے آگے مزید ذیلی عنوانات ہیں۔ تاہم موضوع کے تعارف کو علاقہ دوسرے حصے سے ہے۔ جس میں انھوں نے موضوع کے تعارف کے عنوان سے مزید دو ذیلی عنوانات (الف۔ موضوع کا بیان، ب۔ موضوع کی وضاحت) میں اس جزو کی وضاحت کی ہے۔ عبد الستار دلوی موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "اس حصے میں محقق اپنے اندازکار سے قاری کو متعارف کراتا ہے۔ تحقیقی عمل کی حدود اور اپنے موضوع کی وسعت کا تعارف کرانے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اختیار کردہ طریقۂ کار کا بھی ذکر کر دیتا ہے۔ موضوع کی وضاحت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ممتحن یا قاری اس کے مقالے کا جائزہ لیتا ہے۔"(1)

موضوع کا بیان سے متعلق وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

> "تحقیقی مقالے کا خصوصی اور اہم ترین حصہ یہی ہوتا ہے۔ شروع میں ہی قاری کے سامنے مقالے کا بنیادی موضوع واضح ہو جانا چاہیے۔ مقالے کا عنوان اس کے موضوع کی جانب اشارہ تو کر دیتا ہے، لیکن اس کا تفصیلی ذکر مقالے کے شروع میں ہی کر دینا چاہیے۔ موضوع کا بیان اتنا مکمل اور واضح ہونا چاہیے کہ قاری کے ذہن میں کسی قسم کا اشتباہ پیدا نہ ہو۔"(2)

مذکورہ بالا اقتباسات میں واضح ہے کہ وہ موضوع کے تعارف کو تحقیقی مقالے کا لازمی اور اہم جزو سمجھتے ہیں۔ لیکن عبد الستار دلوی کی پیش کردہ فہرست کو گیان چند جین نے اپنی کتاب "تحقیق کا فن" میں معمولی اختلافات کے ساتھ من وعن پیش کر دیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> "مجھے اس ترتیب و تقسیم سے کہیں کہیں اختلاف ہے۔ ابتدائی حصے میں جسے ترتیب کہا ہے اس سے غالباً ان کی مراد فہرستِ مطالب ہے۔ آخری حصے میں فہرستِ معاون کتب یعنی کتابیات تو درج کی جاتی ہے لیکن دوسرے معاون مواد اور تصاویر وغیرہ کی فہرست نہیں دی جاتی۔ کتابیات کے بعد اختتام نام کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ دوسرے

جزو، تحقیقی مقالہ، کے آخر میں جو، نتائج، نام کا جزو ہے وہی اختتام ہے اور بس۔"(3)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موضوع کے تعارف اور تحقیقی مقالے کے اجزا سے متعلق ان کی بھی وہی رائے ہے جو ڈاکٹر عبد الستار دلوی نے پیش کی۔ اس کے علاوہ انھوں نے موضوع سے متعلق ایک پورا باب اپنی کتاب میں لکھ چھوڑا ہے۔ جس میں موضوع سے متعلق تمام اہم معلومات موجود ہیں، موضوع کیا ہے ؟، موضوع کیسا ہونا چاہیے ؟، موضوع کیسا نہیں ہونا چاہیے ؟ وغیرہ لیکن اس باب میں یہ کہیں نہیں بتایا گیا کہ موضوع تحقیقی مقالے کا ایک اہم جزو ہے اور ایک اسکالر کو اس کا تعارف کیسے کرانا چاہیے۔

تحقیق کے فن میں تحقیقی خاکہ کے عنوان سے بھی ایک باب موجود ہے۔ جس میں انھوں نے خاکہ کے اجزا سے متعلق کوئی بحث شامل نہیں کی اور نہ ہی یہ وضاحت کی ہے کہ خاکہ بناتے وقت کون کون سے اجزا کا خیال رکھا جانا ضروری ہے۔ اسی طرح دیگر اردو ماخذات میں بھی یہ اجزا موجود تو ہیں لیکن کسی محقق نے ان کو مقالے کے اجزا میں شامل کیا ہے اور کسی نے ان کو تحقیقی خاکے کا حصہ کہا ہے۔ مثال کے طور پر پروفیسر نثار احمد زبیری نے اپنی کتاب "تحقیق کے طریقے" میں سولہویں باب (مقالے کی تحریر) میں اس جزو کی وضاحت کی ہے کہ تحقیقی مقالہ میں تعارف کی کیا اہمیت ہے اور اس کو کیسے پیش کیا جانا چاہیے۔ وہ موضوع کے تعارف کو تحقیقی مقالے کا پہلا باب قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:

> "یہ باب زیرِ تحقیق مسئلہ کی جانب پڑھنے والے کی توجہ مبذول کرانے کے لیے ہوتا ہے۔ بہت بڑی دنیا کے ہزارہا مسائل اور ان کے ان گنت پہلوؤں میں سے کسی ایک پر توجہ مبذول کرانا بر ایں بنا ضروری ہے کہ کوئی فرد متعدد مسائل اور ان کے تمام پہلوؤں پر تحقیق نہیں کر سکتا۔ تحقیق کار اپنے چاروں طرف پھیلی ہوئی دنیا کے کسی ایک گوشے کے کسی ایک پہلو کو اٹھا کر تعارف کے اس باب میں تحقیق کار اس پورے ماحول کا تعارف کراتا ہے۔ جس کے کسی گوشے سے اس کے مسئلہ تحقیق کا تعلق ہے۔ ابتدا ایک عمومی (Generalized) رویے سے ہوتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ اپنے مخصوص گوشے کی طرف آ جاتا ہے۔"(4)

جب کہ عبد الحمید خان عباسی نے اپنی کتاب (اصولِ تحقیق) میں موضوع کے تعارف کو تحقیقی خاکہ اور تحقیقی مقالہ دونوں کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تحقیقی مقالہ لکھتے وقت تحریر کا آغاز ہمیشہ موضوع سے ہی کرنا چاہیے اور بے جا تفصیلات میں پڑے بغیر اپنی بات کو واضح انداز میں ختم کرنا چاہیے تاکہ تحقیقی مقالے کا حجم بھی نہ بڑھے اور قاری گمراہ بھی نہ ہو۔

اسی سلسلے میں ڈاکٹر عطش درانی نے اپنی کتاب "جدید رسمیاتِ" تحقیق کے تیسرے باب (تحقیقی منصوبے سے خاکے تک) میں جو تحقیقی خاکہ کے اجزا کی فہرست پیش کی ہے، اس میں موضوع کا تعارف تحقیقی منصوبے کے لیے اہم اور ضروری قرار دیا جس کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ بعد ازاں "اجزائے مقالہ اور ان کی تشکیل" کے ذیلی عنوان سے بارہویں باب (مقالہ نگاری) میں بھی موضوع کے تعارف کا مختصراً ذکر کیا ہے۔

اسی طرح اردو میں اصولِ تحقیق (جلد اول) جو ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش نے مرتب کی ہے اس میں ڈاکٹر ش۔ اختر کا ایک مضمون "موضوع کے انتخاب" کے نام سے موجود ہے جس میں وہ موضوع سے متعلق تمام تر ضروری معلومات پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں۔ اس مضمون میں "ریسرچ یونیورس اور سی ناپس" کے عنوان سے ایک ذیلی عنوان کے تحت موضوع کے تعارف سے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ:

> "موضوع اور یونیورس کے انتخاب کے اور وضاحت کے بعد منزلSynopsis کی ہے۔ اس کی صورت اس طرح ہو گی۔
>
> دیباچہ: اس میں موضوع کا تعارف، دائرہ، پس منظر اور مقصد شامل ہے۔ اگرچہ یہ مقالہ کا پہلا باب ہوتا ہے لیکن اسے سب سے آخر میں لکھا جاتا ہے۔ جب تحقیق مکمل ہو جاتی ہے تو بہت سے نئے گوشے رونما ہوتے ہیں۔ نئی نئی باتیں سامنے آتی ہیں۔ اس لیے اس کی گنجائش رکھی جاتی ہے کہ وہ سب دیباچے میں شامل کی جا سکیں۔"[(5)]

مذکورہ بالا تحریر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو کے دیگر محققین کی طرح وہ بھی تعارف کو خاکہ سازی کے پہلے باب میں ہی شامل کرتے ہیں۔ تاہم ان کی رائے یہاں دیگر محققین سے اس لیے بھی مختلف نظر آتی ہے کہ وہ موضوع کے تعارف کے بجائے دیباچہ کو پہلا باب تصور کرتے ہیں اور موضوع کے تعارف کو اس کا ایک ذیلی جزو کہتے ہیں۔

علامہ اقبال یونیورسٹی شعبۂ اردو سے چھپنے والا کتابچہ (رہنمائے تحقیق: مقالے کی تسوید و پیش کش) جو کہ ایم۔ فل / پی۔ ایچ۔ ڈی کے اسکالرز کی تحقیقی رہنمائی کے لیے چھپتا ہے۔ اس میں بھی موضوع کے تعارف کو دیباچہ کا ایک ذیلی جزو قرار دیا گیا ہے جو کہ مقالے کی پیش کش کا چوتھا جزو ہے۔

اس کے علاوہ رفاقت علی شاہد کی مرتبہ کتاب "تحقیق شناسی" میں بھی ایک مضمون بہ عنوان "مقالہ نگاری: طریق کار اور ضوابط" ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی / ڈاکٹر زاہد منیر عامر کے نام سے موجود تو ہے جس میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ تحقیقی مقالہ کے لیے موضوعات کیسے ہونے چاہییں لیکن اس بات کا ذکر کہیں نہیں

ملتا کہ موضوع کا تعارف سے متعلق کوئی بحث موجود نہیں۔ آگے چل کر اسی مضمون میں "خاکے کی تیاری" کے عنوان سے ایک ذیلی سرخی موجود ہے۔ جس میں انھوں نے دیباچہ یا مقدمہ کے عنوان سے ایک اور ذیلی سرخی میں مختصر انداز میں وضاحت کر دی کہ دیباچہ یا مقدمہ مقالے ابتدائی حصہ ہے لیکن اسے تصنیف کے آخری حصے میں لکھا جانا چاہیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"مقدمے میں موضوع کی ضرورت اور ہمیت کو تفصیل سے اجاگر کیا جاتا ہے۔ اس میں متعلقہ موضوع کی مختلف جہات پر پہلے ہونے والے کام کا جائزہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے اور اپنے کام کے امتیاز، طریق کار اور اسلوب کا تعارف بھی کرایا جا سکتا ہے۔"(6)

ڈاکٹر افتخار احمد خان نے اپنی کتاب "اصولِ تحقیق" کے تیسرے باب میں بہ عنوان "موضوعِ تحقیق کا انتخاب اور خاکہ سازی کی تیاری میں خاکہ سازی کے اجزا کا سرسری انداز میں ذکر کیا ہے جس میں انھوں نے موضوع کے تعارف کو خاکہ سازی میں مقدمہ کا ذیلی جزو قرار دیا ہے۔ اسی طرح اردو کے بعض تحقیقی ماخذات میں تحقیقی مقالے کے اجزا کی پیش کش سے متعلق یا تو کوئی بحث موجود ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ انتہائی سرسری انداز۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے اپنی کتاب "اصولِ تحقیق و ترتیب متن" میں اس موضوع سے بے اعتنائی برتی ہے حالانکہ اس کتاب کے نام سے ہی ظاہر کہ اس میں تحقیق کے اصول پر بات کی گئی ہو گی۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل نے بھی "رسمیات مقالہ نگاری" کے عنوان سے موجود اپنے کتابچے میں اس حصے کو مکمل فراموش کر دیا بلکہ رسمیات مقالہ نگاری میں عنوان اور ماخذات سے متعلق بحث موجود ہے لیکن موضوع سے متعلق نہیں وغیرہ۔

2۔ بیانِ مسئلہ (THESIS STATEMENT)

بیان مسئلہ تحقیقی خاکے میں سب سے مختصر لیکن سب سے اہم جزو ہے کیوں کہ تحقیقی مقالے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس کی جڑیں اسی جزو میں پیوست ہوتی ہیں۔ مسئلے کے حل کا بیان پر کم و بیش تمام علمائے تحقیق متفق نظر آتے ہیں کیوں کہ یہ تحقیقی مقالے کا ایک اہم جزو ہے۔ تاہم پھر بھی کہیں نہ کہیں اختلاف کی صورتیں موجود ہیں۔ بیانِ مسئلہ کو عبد الستار دلوی نے اپنی کتاب "ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار) میں تحقیقی مقالہ کے خصوصی حصہ میں شامل کیا ہے۔ اور انھوں نے تحقیقی مقالہ کے اجزا پر جو فہرست پیش کی ہے گیان چند نے اسے اپنی کتاب میں ہو بہو نقل کیا ہے اور اس فہرست پر کچھ اعتراضات بھی کیے ہیں۔ لیکن اس پیش کردہ فہرست میں بیان مسئلہ یا کسی ایسے جزو پر اعتراض نہیں کیا گیا جو تحقیقی مقالے کے

لیے اہم اور ضروری ہیں۔ گیان چند جین نے اپنی کتاب " تحقیق کا فن " میں جو ایک باب " خاکہ " کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ اس باب میں بیان مسئلہ سے متعلق ان کی رائے بالکل مختلف ہے۔ وہ بیانِ مسئلہ کو تحقیقی مقالے کا جزو نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کو لگتا ہے کہ موضوع اور علم کی نوعیت کے اعتبار سے تحقیقی مقالے میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ تحقیقی مقالے کی ترتیب سے متعلق پارسنس اور راتھ کے بتائے گئے طریقہ کار سے انھوں نے کچھ نکات اخذ کیے جن کی ترتیب کچھ یوں ہے۔ "مقالے کی ترتیب زماں سے کے اعتبار سے ہونی چاہیے، معلوم سے نامعلوم کا انکشاف کیجیے، سادہ سے پیچیدہ کی طرف بڑھیے، دو یا زیادہ چیزوں کا تقابل اور تخالف کیجیے، عام سے خاص کی طتف بڑھیے، مسئلہ دے کر اس کا حل نکالیے یا نتیجہ پہلے لکھ کر اس کے اسباب درج کیجیے۔

مذکورہ بالا نکات پیش کر کے گیان چند جین لکھتے ہیں کہ:

> "دراصل مندرجہ بالا ہدایات سماجی علوم سے زیادہ تعلق رکھتی ہیں۔ کسی سوال یا مسئلے کو لے کر علاقے میں جائزہ لیا جائے اور پھر ایک تحقیقی رپورٹ لکھ دی جائے تو مندرجہ بالا طریقہ مفید ہے۔ ادب میں کہاں مسئلہ اور سوال ہوتے ہیں؟"(7)

مذکورہ بالا اقباس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ گیان چند جین مسئلہ کے حل کو سماجی تحقیق کے لیے اہم اور لازمی جزو قرار دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں اس جزو کا تعلق موضوع کی نوعیت کے ساتھ ہے خاکہ کی پیش کش کے ساتھ ہرگز نہیں یعنی موضوع تبدیل ہو گا تو اجزا میں تبدیلی کی صورت پیدا ہو گی۔

"جدید رسمیاتِ" تحقیق میں ڈاکٹر عطش درانی نے بیانِ مسئلہ کو تحقیقی خاکے اور تحقیقی مقالے کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔ جدید رسمیاتِ تحقیق میں انھوں بہ عنوان مقالے کا خاکہ کے نام سے ایک باب تحریر کیا ہے جس میں بیانِ مسئلہ سے متعلق تمام ضروری معلومات یکجا کی ہیں، اسی باب میں وہ مسئلے کا بیان یا موضوع نگاری کے عنوان سے ایک ذیلی عنوان میں بیان مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "تحقیقی خاکے میں سب سے مختصر مگر سب سے اہم فصل (Section) یہی ہوتی ہے۔ بعد میں جو کچھ بھی بیان ہوتا ہے اس کے سوتے یہیں سے پھوٹتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ شعبے اور تحقیق کار کے مابین ایک سنجیدہ معاہدے کی شکل بھی ہے۔"(8)

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ڈاکٹر عطش درانی بیان مسئلہ کو تحقیقی خاکے کا لازمی جزو قرار دیتے ہیں بلکہ یہی نہیں انھوں نے مذکورہ کتاب کے بارہویں باب میں جس کا عنوان تحقیقی مقالہ ہے

میں ایک ذیلی سرخی بہ عنوان تحقیقی مقالہ کی ہیئت (اردو اور پاکستانی زبانوں کے حوالے سے) میں بھی مسئلہ یا تحقیقی سوال / سمت کا بیان (Statement of the Problem) کو تحقیقی مقالے کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔

نثار احمد زبیری اپنی تصنیف "تحقیق کے طریقے" کے سولھویں باب بہ عنوان "مقالے کی تحریر" میں بیانِ مسئلہ کو تحقیقی مقالے کا اہم جزو بتاتے ہیں۔ انھوں نے مذکورہ باب میں مسئلہ زیرِ تحقیق کے نام سے ذیلی سرخی میں اس جزو کی وضاحت کی ہے۔

اس کے علاوہ اصولِ تحقیق میں عبد الحمید خان عباسی نے بھی بیانِ مسئلہ کو تحقیقی خاکے کا اہم جزو کہا ہے۔ بیانِ مسئلہ سے متعلق مذکورہ بالا تمام مباحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بیانِ مسئلہ تحقیقی مقالے کا ایک اہم جزو ہے۔ ماسوا گیان چند جین کے مذکورہ تمام علمائے تحقیق اس بات پر متفق نظر آتے ہیں۔ تاہم بیانِ مسئلہ کو کسی نے سمت کا بیان کہا ہے، کسی نے مسئلہ زیرِ تحقیق تو کسی کے نزدیک یہ تحقیقی سوال ہے۔ تاہم عبد الرزاق قریشی کی کتاب "مبادیاتِ تحقیق" اور کلب عابد کی کتاب "عماد التحقیق" میں بھی اس جزو کا ذکر موجود نہیں۔

3۔ مقاصدِ تحقیق (RESEARCH OBJECTIVES)

مقاصدِ تحقیق سے مراد متعلقہ موضوع پر وہ قابلِ حصول اہداف ہیں جنہیں تحقیق کار مقررہ وقت کے اندر پورا کرنا چاہتا ہے۔ مقاصدِ تحقیق، تحقیقی عمل میں لازمی جزو ہے۔ اس لیے تحقیقی عمل میں مقصدیت کا ہونا بے حد ضروری ہے۔

مقاصدِ تحقیق کو عبد الستار دلوی اپنی کتاب "ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)" میں تحقیقی مقالہ کے خصوصی حصہ میں بہ عنوان تحقیقی عمل کا مقصد کے نام سے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "یوں تو موضوع یا مسئلے کی وضاحت کے ساتھ ہی اس کا مقصد بھی واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن مقصد کا تذکرہ علاحدہ سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ مقصد کے تذکرے میں خاص طور سے مستقبل پر نظر رہتی ہے۔"(9)

مذکورہ بالا اقتباس سے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں بیانِ مسئلہ کے ساتھ ہی موضوعِ تحقیق کا مقصد واضح کر دینا چاہیے لیکن اس میں بھی کوئی قباحت نہیں کہ اس کا الگ تذکرہ کیا جائے۔

گیان چند جین نے "تحقیق کا فن" میں تحقیقی مقالے کے اجزا پر چوں کہ عبد الستار دلوی کی پیش کردہ فہرست ہی کو معمولی اختلافات کے ساتھ من و عن پیش کیا ہے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ تحقیقی مقاصد سے

متعلق ان کی بھی وہی رائے ہے جو عبد الستار دلوی کی رائے ہے۔ تاہم جو اس کتاب میں تحقیقی خاکہ سے متعلق ایک باب موجود ہے اس میں تحقیقی مقاصد کا ذکر کہیں موجود نہیں۔ یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تحقیقی مقاصد کو تحقیقی خاکہ کا جزو نہیں سمجھتے۔

جدید رسمیاتِ تحقیق میں عطش درانی نے جو تحقیقی خاکہ کے اجزا پیش کیے ہیں اس میں وہ تحقیقی مقاصد کو تحقیقی خاکہ کا باقاعدہ جزو نہیں سمجھتے بلکہ انھوں نے تعارف کے ساتھ ہی مختصر انداز میں تحقیقی مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں اس کتاب میں موجود بارہویں باب مقالہ نگاری میں جب وہ مقالہ کے ہیئت کی وضاحت کرتے ہیں تو تیسرے باب میں تحقیقی مقاصد کو تحقیقی مقالے کا جزو قرار دیتے ہیں۔ یہاں گیان چند اور ان کی رائے میں ذرا سا اختلاف ہے کہ گیان چند تحقیقی مقاصد کا تحقیقی خاکے میں بالکل ذکر ہی نہیں کرتے اور اسے تحقیقی مقالے کا جزو قرار دیتے ہیں جب کہ عطش درانی تحقیقی خاکے میں تعارف اور مقاصد کو ایک ہی جزو سمجھتے ہیں۔

پروفیسر نثار احد زبیری نے بھی اپنی کتاب "تحقیق کے طریقے" میں تحقیقی مقاصد کو نہ ہی تحقیقی خاکہ کا جزو کہا ہے اور نہ ہی وہ اسے تحقیقی مقالہ کا جزو سمجھتے ہیں۔ اصولِ تحقیق میں عبد الحمید خان عباسی کی بھی یہی رائے ہے۔ تاہم انھوں نے اپنی کتاب کے پانچویں باب: "تحقیق کی اقسام اور ان میں فرق" میں مقاصدِ تحقیق کی الگ سے وضاحت کی ہے۔ "تحقیق شناسی میں بھی مقالہ نگاری کے عنوان سے رفیع الدین ہاشمی اور زاہد منیر عامر کا مضمون تو موجود ہے لیکن اس میں بھی تحقیقی مقاصد کا بطور جزو کہیں ذکر نہیں ملتا۔

معین الدین عقیل نے بھی "رسمیات مقالہ نگاری میں" تحقیقی مقاصد کا کہیں ذکر نہیں کیا البتہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کتابچے "رہنمائے تحقیق (مقالے کی تسوید و پیش کش) میں تحقیقی خاکے کی تیاری میں تحقیقی مقاصد کو لازمی جزو کے طور پر پیش کیا گیا ہے وغیرہ۔

4۔ تحقیقی سوالات (RESEARCH QUESTIONS)

تحقیقی سوالات (Research Questions) تحقیق کا اہم حصہ ہوتے ہیں جو مطالعے کی سمت اور رخ کا تعین کرتے ہیں۔ یہ سوالات تحقیق کے مقاصد کی تفصیل اور وضاحت میں مدد دیتے ہیں اور اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ محقق کس قسم کی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔

تحقیقی سوالات سے متعلق جب ہم اردو مصادر کی چھان بین کرتے ہیں تو اردو کے ابتدائی مآخذ میں تحقیقی سوالات تحقیقی مقالہ یا تحقیقی خاکہ کے جزو طور پر دستیاب نہیں بلکہ تحقیق کی اہم کتابوں میں ان کا ذکر

تک موجود نہیں مثال کے طور پر عبد الستار دلوی کی کتاب "ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار) میں تحقیقی مقالے کے اجزا پر ایک سیر حاصل بحث موجود ہے تاہم اس فہرست میں تحقیقی سوالات کا ذکر موجود نہیں۔ اس کے علاوہ گیان چند جین کی کتاب "تحقیق کا فن" میں بھی تحقیقی سوالات کا ذکر موجود نہیں بلکہ گیان چند نے تو یہ تک کہہ دیا کہ ادب میں نہ تو مسئلہ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی سوال بلکہ یہ تو دیگر سماجی علوم کے لیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ: "ادب میں کہاں مسئلہ اور سوال ہوتے ہیں؟"[10]

جدید رسمیاتِ تحقیق میں عطش درانی نے بھی تحقیقی سوالات کو تحقیقی مقالے کے اجزا اور خاکے کی فہرست میں شامل نہیں کیا لیکن وہ اسے خاکہ کی ایک ذیلی سرخی بہ عنوان "مسئلے کے ذرائع" میں تفصیلاً تحقیقی سوالات پر بحث کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> "تحقیق کار کبھی بھی یکسانیت اور جمود کی حالت میں آرام محسوس نہیں کر سکتا۔ اسے مشکلات کا سامنا کرنا چاہیے اور موجودہ نظریات اور معمولات کو چیلنج کرنا چاہیے۔ وہ جو بھی اطلاع، عام اصول، مفروضے اور طریق کار پائیں، ان کے بارے میں تنقیدی نقطۂ نظر یا تشکیک پیدا کریں۔ ان پر سوال کریں، ان کی معقولیت کو چیلنج کریں، نقائص اور تضادات تلاش کریں، صحت مند تشکیکی زاویۂ نظر اپنائیں۔ یہ سوالات پوچھتے رہیں کہ کیا یہ درست ہے؟ کیا تحقیق کار نے صحیح طریقے سے نتائج کی توجیہ کی؟ کیا اس مظہر کی بہتر وضاحت ممکن ہے؟"[11]

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تحقیقی سوالات کو تحقیقی خاکے کا ایک اہم جزو سمجھتے ہیں گو کہ ہمارے ابتدائی ماخذات میں تحقیقی سوالات کو یہ اہمیت حاصل نہیں۔

رفاقت علی شاہد کی مرتب کتاب "تحقیق شناسی میں" ایک مضمون بہ عنوان "مقالہ نگاری: طریق کار اور ضوابط" جو رفیع الدین ہاشمی اور زاہد منیر عامر نے تحریر کیا ہے اس میں بھی تحقیقی سوالات کا ذکر موجود نہیں۔ یہی نہیں بلکہ نثار احمد زبیری نے بھی اپنی کتاب "تحقیق کے طریقے" میں ایک مکمل باب تحقیقی مقالہ کی تحریر کے عنوان سے لکھ رکھا ہے لیکن اس میں بھی تحقیقی سوالات کا ذکر کہیں موجود نہیں۔ البتہ انھوں نے اس سے اگلے باب "تحقیقی پرچہ کیسے لکھیں؟" میں تحقیقی سوالات کی ایک ذیلی سرخی سے چند ایک سوالات نمونے کے طور پر پیش کیے ہیں۔

اس کے علاوہ "اردو میں اصولِ تحقیق (جلد اول)" میں بھی مقالہ کی پیش کش اور تحقیقی مقالے کی

تسوید کے عنوان سے مضمون موجود تو ہیں لیکن ان میں بھی تحقیقی سوالات کا ذکر موجود نہیں ہے۔

علامہ اقبال یونیورسٹی سے چھپے ہوئے کتابچے "رہنمائے تحقیق (مقالے کی تسوید و پیش کش)" میں بھی تحقیقی سولات کا ذکر نہ ہی تحقیقی مقالے کے اجزا میں کیا گیا اور نہ ہی خاکے کے اجزا میں بلکہ تحقیقی سوالات کا ذکر سرے سے موجود ہی نہیں۔ یہی نہیں بلکہ معین الدین عقیل کے کتابچے "رسمیاتِ مقالہ نگاری" میں بھی ان کا ذکر کہیں موجود نہیں۔ مذکورہ تمام مباحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آج تک یہی سمجھ جاتا رہا ہے کہ تحقیقی مسئلہ یا تحقیقی سوالات دیگر سماجی علوم میں اٹھائے جاسکتے ہیں جب کہ ادب سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن عطش درانی نے اس بات کی وضاحت کر دی کہ فی زمانہ کوئی بھی تحقیق کار جس میں تشکیک کا عنصر موجود نہیں ایک چست تحقیقی عمل کو سر انجام نہیں دے سکتا۔

5۔ نظری دائرہ کار (THEORETICAL FRAMEWORK)

نظری دائرہ کار کسی بھی تحقیق یا مطالعے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تحقیق کی سمت اور تصورات کی وضاحت، تحقیقی سوالات اور مقاصد کا تعین، تجزیے کی بنیاد، اور مطالعے کی تشخیص میں بھی مدد دیتا ہے۔ ایک مضبوط اور واضح نظری دائرہ کار تحقیق کی معتبریت اور اس کی قابلِ اعتمادیت کو بڑھاتا ہے، اور محقق کو اپنے مطالعے کے نتائج کو مؤثر طریقے سے پیش کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اس لیے یہ تحقیقی مقالے کا ایک اہم جزو قرار دیا جاتا ہے۔

عبد الستار دلوی کی کتاب "ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)" اور گیان چند جین کی کتاب "تحقیق کا فن" میں تحقیقی مقالے کے پیش کردہ اجزا میں نظری دائرہ کار کا ذکر کہیں موجود نہیں۔ یہ اردو کے وہ ابتدائی مآخذ و مصادر ہیں جو ناتجربہ کار اسکالرز کے لیے رہنمائی کا کام سر انجام دیتے ہیں اور اردو کتبِ تحقیق میں ایک ستون کی مثال ہیں۔

عطش درانی نے بھی اپنی کتاب "جدید رسمیاتِ تحقیق" میں تحقیقی مقالہ اور تحقیقی خاکہ کے اجزا میں نظری دائرہ کار ذکر نہیں کیا بلکہ وہ تحقیقی مقالے اور تحقیقی خاکے میں مفروضے (Assumption) اور فرضیے (Hypotheses) کا ذکر تو کرتے ہیں اور انھیں تحقیقی مقالہ اور تحقیقی خاکہ کا جزو سمجھتے ہیں لیکن نظری دائرہ کار پر ان کے ہاں بھی کوئی بحث موجود نہیں۔ نثار احمد زبیری "تحقیق کے طریقے میں" میں نظری دائرہ کار کو تحقیقی مقالے کے جزو کے طور پر تو زیرِ بحث نہیں لایا البتہ اس کتاب کے ایک باب بہ عنوان "تحقیقی پرچہ کیسے لکھیں؟" میں نظری اساس (Theoretical Framework) کے نام سے ایک ذیلی سرخی میں مختصر

انداز میں تحریر کیا ہے۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ نظری اساس کو تحقیقی خاکہ کا ایک اہم جزو سمجھتے ہیں۔

"اصولِ تحقیق" میں عبدالحمید خان عباسی نے بھی اسی روش پر دکھائی دیتے ہیں ان کے ہاں بھی نظری دائرہ کار سے متعلق کوئی بحث موجود نہیں۔"اصولِ تحقیق وترتیبِ متن" میں تنویر احمد علوی کے ہاں،" اردو میں اصولِ تحقیق" ایم سلطانہ بخش کے ہاں، علامہ اقبال یونیورسٹی کے پیش کردہ کتابچے میں اور معین الدین عقیل کے ہاں تحقیقی مقالہ وخاکہ میں نظری دائرہ کار کے نام سے ایسا کوئی جزو موجود نہیں جو جامعہ نمل (نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز) کے تحقیقی خاکے کا اہم جزو تصور کیا جاتا ہے۔نیز اسی جامعہ کے اپنے پرچے "اردو رسمیاتِ مقالہ نگاری" میں بھی اس جزو پر کوئی بحث موجود نہیں۔

6۔ تحقیقی طریقۂ کار(RESEARCH METHODOLOGY)

تحقیقی طریقہ کار کسی بھی تحقیقی مقالے کی اہمیت اور افادیت کی بنیادوں کو متعین کرتا ہے۔اس لیے تحقیقی طریقہ کار کی وضاحت کر دینا بھی بہت ضروری ہے۔عبدالستار دلوی تحقیقی طریقہ کار کو مقالے کے اجزامیں تحقیقی مقالہ کے خصوصی حصہ میں شامل کرتے ہیں ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "مقالے کے تمہیدی حصے میں طریقۂ کار کا بھی واضح ذکر ہونا ضروری ہے۔اگر طریقۂ کار خام اور غیر سائنسی ہو گا تو نتائج بھی ناقص اور ناقابل اعتماد ہوں گے۔ مقالے کا ممتحن یا ایک ذہین قاری اس بات پر سنجیدگی سے غور کرتا ہے کہ جو طریقہ کار استعمال کیا گیاہے وہ سائنسی ہے یا نہیں اور مسئلے اور موضوع کی مناسبت سے اس کی اہمیت کیا اور کتنی ہے۔"(12)

گیان چند بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے تحقیقی طریقۂ کار کو تحقیقی مقالے کا جزو سمجھتے ہیں تاہم انھوں نے "تحقیق کا فن" میں خاکہ سازی کے باب میں تحقیقی طریقۂ کار کا ذکر کہیں نہیں کیا۔

"جدید رسمیاتِ تحقیق" میں عطش درانی تحقیقی طریقۂ کار کو تحقیقی مقالہ اور تحقیقی خاکہ دونوں کا اہم اور لازمی جزو سمجھتے ہیں انھوں نے خاکہ کے اجزا کی وضاحت کرتے ہوئے تحقیقی ڈیزائن کا انتہائی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ:

> "تحقیق کے اصول اور تکنیک کی رو سے تحقیق کی ساری مہارت تحقیقی ڈیزائن پر استوار ہوتی ہے۔اس کی حیثیت تحقیق کے کلی انداز (Approach) کی ہے۔عمارتیں تو

ڈیزائن کے بغیر بھی بن جاتی ہیں لیکن فنِ تعمیر انھیں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔
اردو میں اس سے پہلے تحقیقی ڈیزائن پر صرف ش۔ اختر کی تحریر ملتی ہے جو بنیادی طور پر بیانیہ تحقیق (Descriptive Research) کے حوالے سے بیان ہوئی ہے۔ اس میں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ تحقیق کے سلسلے میں ایک مسئلہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ تحقیق کی مختلف منزلوں اور مرحلوں کو کس طرح سے قابو میں رکھا جائے یعنی تحقیق کی دنیا گرفت میں رہے۔ اگر اس کا ذہن انتشار میں مبتلا ہو جائے تو تحقیق کار تحقیق کی حدوں سے کہاں تجاوز کر رہا ہے، اس کی خبر نہ ہو گی اس لیے تحقیقی ڈیزائن کا عمل ضروری سمجھا گیا۔"(13)

مذکورہ بالا اقتباس سے عطش درانی کے ہاں تحقیقی ڈیزائن کی اہمیت واضح اور مسلم ہے اس کے علاوہ وہ مقالے کے تحقیقی اجزا میں بھی تحقیقی طریقۂ کار کو اہم جزو گردانتے ہیں۔ نثار احمد زبیری نے بھی اپنی کتاب "تحقیق کے طریقے" میں تحقیقی طریقۂ کار کو تحقیقی مقالہ اور خاکہ دونوں کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔ وہ اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

"طریقۂ کار کا باب بھی غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ تفصیل طلب ہے۔ اس باب میں چھوٹی سے چھوٹی تفصیل ان اقدامات کی بیان کی جاتی ہے جو تحقیق کار نے ابتدا سے لے کر آخر تک کیے۔ ان تفصیلات میں تحقیق کار ان متغیرات کا تفصیلی ذکر کرے گا جن کا اس نے مطالعہ کیا۔"(14)

اس کے علاوہ "اردو میں اصولِ تحقیق (جلد اول)" ایم سلطانہ بخش کی مرتبہ کتاب ہے جس میں ش۔ اختر کا ایک مضمون "موضوع کے انتخاب" کے نام سے موجود ہے اس میں وہ طریقۂ کار کو تحقیقی خاکہ کا اہم جزو بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: " تحقیق کے طریقۂ کار کا ذکر بھی خاکہ میں ہونا چاہیے۔ سچ پوچھیے تو خاکہ ریسرچ ڈیزائن کی پہلی منزل ہوتا ہے۔"(15)

"اصولِ تحقیق" میں عبدالحمید خان عباسی نے بھی تحقیقی طریقہ کار کو تحقیقی خاکہ کا جزو قرار دیا ہے۔ تاہم اگر ہم جامعات میں رائج تحقیقی فارمیٹس یا کتابچوں کی بات کریں تو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کتابچے "رہنمائے تحقیق" میں تحقیقی طریقہ کار کو تحقیقی خاکہ کا لازمی جزو کہا گیا جب کہ معین الدین عقیل نے رسمیاتِ مقالہ نگاری میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

7۔ مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق(WORK ALREADY DONE)

ما قبل تحقیق، تحقیقی خاکہ کا وہ اہم جزو ہے جو تحقیقی سوال کو سیاق و سباق کے مطابق بناتا ہے، مذکورہ سوال کو موجودہ تحقیق کے وسیع تناظر میں پیش کرنے میں مدد کرتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ مطالعہ متعلق اور بامعنی ہو۔ ما قبل تحقیق، تحقیقی مقالے کا اہم ترین جزو ہے لیکن جب ہم اردو تحقیقی ماخذات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس جزو پر بھی علمائے تحقیق کے ہاں مختلف مباحث ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر عبد الستار دلوی اور گیان چند جین نے تحقیقی مقالہ کے اجزا میں اس جزو کو شامل ہی نہیں کیا۔ انھوں نے جو تحقیقی مقالہ کے اجزا کی فہرست پیش کی ہے اس میں ما قبل تحقیق کا ذکر کہیں موجود نہیں اور نہ ہی عطش درانی نے اس جزو کو اپنی کتاب "جدید رسمیاتِ تحقیق" میں شامل کیا۔

عبد الحمید خان عباسی کی کتاب "اصولِ تحقیق" میں بھی اس جزو کی وضاحت نہیں کی گئی اور نہ ہی اسی تحقیق مقالہ کے اجزا پر پیش گئی فہرست کا حصہ سمجھا گیا۔ اس کے علاوہ نثار احمد زبیری کے ہاں، رفاقت علی شاہد کی مرتبہ کتاب میں پیش کیے گئے مضامین، تنویر احمد علوی کے ہاں، معین الدین عقیل کے دریافت (6) میں پیش کردہ مضمون جو کہ رسمیاتِ مقالہ نگاری پر لکھا گیا ہے میں بھی ما قبل تحقیق پر کوئی مواد موجود نہیں۔ جامعہ نمل میں تحقیقی خاکہ کے اجزا میں رائج یہ جزو اردو تحقیق میں کب اور کیسے مروج ہوا ایک سوالیہ نشان ہی ہے کیوں کہ تحقیق کی سب سے اہم کتب میں بھی اس کا ذکر شامل نہیں تاہم اس جزو کی اہمیت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

تاہم علامہ اقبال یونیورسٹی کے کتابچے "رہنمائے تحقیق (مقالے کی تسوید و پیش کش) میں اس جزو کے آثار ملتے ہیں۔ اس کتابچے میں تحقیقی خاکہ کی تیاری کے لیے جن اجزا کی فہرست پیش کی گئی ہے۔ ان میں اس جزو کو بھی مطالعہ ادب اور زیرِ تحقیق موضوع سے پہلے تحقیق شدہ کام کی تفصیل کے نام سے درج کیا گیا ہے۔ تاہم یہاں توجہ طلب بات یہ ہے کہ اس کتابچے کے مطابق پس منظری مطالعہ بھی اسی جزو کو کہا گیا ہے حالانکہ جامعہ نمل میں رائج شدہ اجزا میں پس منظری مطالعہ اور ما قبل تحقیق دو الگ الگ اجزا کے طور پر موجود ہیں۔

8۔ تحدید(DELIMITATION)

تحدید تحقیقی خاکے اور تحقیق مقالے میں موجود ایک ایسا جزو ہے جس پر مباحث اردو کی بیشتر

کتابوں میں موجود ہیں۔ عبد الستار دلوی اور گیان چند نے حدود تحقیق یا تحدید کو بھی زیرِ بحث نہیں لایا۔ تحقیق مقالے کے اجزا پر ان دونوں کی پیش کردہ فہرست میں تحدید شامل نہیں ہے۔ اصولِ تحقیق میں عبد الحمید خان عباسی نے تحقیقی مقالہ اور تحقیقی خاکہ کے اجزا میں تحدید کا ذکر نہیں کیا۔ اردو میں اصولِ تحقیق (جلد اول) ایم سلطانہ بخش کی مرتبہ کتاب میں بھی تحقیقی مقالہ کی تسوید اور پیش کش سے متعلق تمام مضامین میں تحدید کا ذکر موجود نہیں۔ تحقیق شناسی (فنِ تحقیق و تدوین پر منتخب مقالات) رفاقت علی شاہد کی مرتبہ کتاب میں بھی تسویدِ مقالہ یا رسمیاتِ مقالہ کے نام سے پیش کیے جانے والے مضامین میں بھی تحدید کا ذکر موجود نہیں مذکورہ بالا ماخذات میں تحقیقی مقالہ یا تحقیقی خاکہ پر کیے گئے مباحث میں تحدید کو لازمی جزو نہیں سمجھا گیا۔

اردو کے اہم ماخذات میں اس جزو کی وضاحت موجود نہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت اور اہمیت پر لکھا گیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ علمائے تحقیق نے اس جزو پر بات نہیں کی مثال کے طور پر عطش درانی نے "جدید رسمیاتِ تحقیق" میں حدود اور تحدید کو تحقیقی خاکہ اور تحقیقی مقالہ کا لازمی جزو قرار دیا ہے، نثار احمد زبیری نے "تحقیق کے طریقے" میں تحدید کو تحقیقی خاکہ کے لیے لازمی جزو تصور کیا ہے، قواعدِ تحقیق و تدوین میں شفیق انجم نے بھی تحدید کا ذکر تحقیقی خاکہ کے لازمی جزو کے طور پر کیا ہے۔ شفیق انجم تحدید کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "حدود کا مطلب اپنی مرضی اور پسند کے مطابق چھانٹی کرنا ہرگز نہیں۔ یہ مبنی بر محقق نہیں، مبنی بر موضوع عمل ہے۔ موضوع کی نوعیت، ضرورت اور افادیت کے پیشِ نظر متعلق و غیر متعلق کی نشاندہی اور وقت، عہد علاقے کی وضاحت یہاں بنیادی تقاضا ہے۔ سکالر کو واضح طور پر بتا دینا چاہیے کہ کیا بات اس کے دائرہ تحقیق میں ہو گی اور کیا نہیں اور اس کی وجہ کیا ہے۔"(16)

مذکورہ بالا اقتباس سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ کسی بھی تحقیقی عمل میں تحدید کی وضاحت کر دینا کتنا ضروری ہوتا ہے۔

9۔ پس منظری مطالعہ (LITERATURE REVIEW)

پس منظری مطالعہ تحقیقی مقالہ کا ایک اہم جزو ہے۔ اس لیے یہ جزو کم و بیش تمام علمائے تحقیق کے ہاں زیرِ بحث رہا ہے۔ عبد الستار دلوی پس منظری مطالعہ کو تحقیقی مقالہ کا اہم جزو سمجھتے ہیں۔ گیان چند جین بھی ان کی پیش کردہ فہرست سے متفق ہیں۔ عبد الستار دلوی نے اس جزو کو گذشتہ کاموں کا جائزہ کے عنوان سے مقالہ

کے خصوصی حصہ میں شامل کیا ہے۔

جدید رسمیاتِ تحقیق میں عطش درانی نے اس جزو کو دوسرا باب کہا ہے اور تحقیقی مقالے کا اہم جزو بھی قرار دیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"ادبی مقالوں میں عام طور پر مقالے کا یہ دوسرا باب موجود نہیں ہوتا۔یعنی اس موضوع پر یہ تحقیق انجام دینے سے پہلے کون کون سے کام ہو چکے ہیں،ان کا تجزیہ اس باب میں پیش کیا جائے۔یہ مرحلہ ضروری ہے مگر اس پر ادبی شعبوں کو اختلاف ہے۔ کچھ نگران صاحبان مختصر جائزے کی سفارش کرتے ہیں تاکہ متعلقہ ادب کی اہم سرخیاں شامل ہو جائیں اور حتمی دستاویز میں آنے والے تفصیلی جائزے کی نشاندہی ہو جائے تاہم بعض دوسرے کہتے ہیں کہ تجویز میں بھی تفصیلی جائزہ آئے۔اول الذکر کا خیال ہے کہ اصولی طور پر تجویز کو مختصر ہونا چاہیے۔مثال کے طور پر دس سے پندرہ صفحات تک اور اسے صرف ایسے بیانات پر مشتمل ہونا چاہیے کہ تحقیق کار کیا کرنا چاہتا ہے،کیوں کرنا چاہتا ہے اور کس طرح کرے گا اور یہ موجود علم میں کیا اضافہ کرے گا وغیرہ؟اس طرح طالب علم کی تجویز بہتر ہو گی،طریقہ کار واضح ہو جائے گا اور تحقیق سے پہلے جائزہ مکمل ہونے پر حتمی دستاویز بہتر ہو جائے گی۔جائزہ بہر حال پھر بھی لینا ہی ہے پہلے تو پہلے اسے مکمل کرنے میں کیا حرج ہے اور پہلے سے جائزہ مکمل کرنے میں قبل از وقت کئی غلطیوں کا پتا چل جاتا ہے۔"(17)

یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگرچہ پس منظری مطالعہ کو تحقیقی مقالے کا جزو سمجھنے میں اختلاف موجود نہیں بھی تو اس میں اختلاف کی دیگر صورتیں موجود ضرور ہیں۔عطش درانی کے نزدیک یہ تحقیقی مقالہ اور تحقیقی خاکہ دونوں کا اہم جزو ہے۔اسی طرح نثار احمد زبیری نے اپنی کتاب میں "تحقیق کے طریقے" بھی پس منظری مطالعہ کو تحقیقی مقالہ کا اہم جزو قرار دیا ہے تاہم وہ اسے متعلقہ مواد کا جائزہ کے نام سے پیش کرتے ہیں۔"اصولِ تحقیق" میں عبدالحمید خان عباسی بھی اس جزو کو تحقیقی خاکہ اور تحقیقی مقالہ کا حصہ قرار دیتے ہیں۔پس منظری مطالعہ تحقیقی مقالے اور تحقیقی خاکے کا ایسا اہم جزو ہے جس کی سالمیت اور ضرورت پر کم و بیش کسی بھی علمائے تحقیق کو اختلاف نہیں۔

10۔ تحقیق کی اہمیت(SIGNIFICANCE OF STUDY)

جامعہ نمل(نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز،اسلام آباد)میں تحقیقی خاکے کے رائج شدہ اجزا میں

تحقیق کی اہمیت ایک لازمی جزو تصور کیا جاتا ہے جس میں یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ زیرِ بحث موضوع پر کی جانے والی تحقیق کس لیے اہم ہے۔ دراصل یہ جزو تحقیق کی مقصدیت کو واضح کرتا ہے۔ لیکن جب ہم اردو میں دستیاب تحقیقی ماخذ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان میں تحقیق کی اہمیت نام کا جزو نہ تو تحقیقی خاکہ کے اجزا کا حصہ ہے اور نہ ہی تحقیقی مقالے کے اجزا کا حصہ بتایا گیا ہے۔

بعض محققین نے موضوع کی اہمیت کے ساتھ ہی تحقیق کی اہمیت کا ذکر کر دیا اور بعض کے ہاں تحقیق کا مقصد ہی تحقیق کی اہمیت تصور کیا جاتا ہے۔ عبد الستار دلوی، گیان جین، عطش درانی، عبد الحمید خان عباسی وغیرہ نے اس جزو کا ذکر تحقیقی مقالہ اور خاکہ کے اجزا میں کہیں نہیں کیا۔ تاہم علامہ اقبال یونیورسٹی کے کتابچے "رہنمائے تحقیق (مقالے کی تسوید و پیش کش) میں تحقیق کی اہمیت و ضرورت کو تحقیق خاکہ کا جزو قرار دیا گیا ہے۔

11۔ فہرستِ ابواب(RESEARCH PLAN (TENTATIVE))

تحقیقی خاکے میں جب بات ابواب بندی کی منطق کی ہوتی ہے تو یہاں بھی جامعہ نمل میں رائج شدہ اجزا میں مختصر ابواب بندی اور تفصیلی ابواب بندی دو الگ الگ جزو ہیں۔ حالانکہ اردو تحقیق کے بیشتر ماخذات میں صرف ابواب بندی کی منطق وغیرہ کے نام سے ایک ہی جزو ہوتا ہے جس میں ابواب کی ترتیب و تنظیم سے متعلق تمام اہم معلومات مجتمع کی جاتی ہیں۔ تاہم یہاں مختصر ابواب بندی کو شامل کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی تاکہ قاری اور ممتحن پہلی نظر میں ہی ابواب کا جائزہ لیں سکیں۔ شفیق انجم نے اپنی کتاب " قواعدِ تحقیق و تدوین" میں اسی جزو کو موضوع کی تقسیم و ترتیب کے نام سے پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> "اس مرحلے میں موضوع کی تفاصیل کو تدریجاً بیان کیا جانا چاہیے۔ یہ جزبندی کا ساعمل ہے جس میں عنوانات قائم کیے بغیر موضوع کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر باب میں مواد کی نوعیت واضح کی جاتی ہے اور مجوزہ ترتیب سامنے لائی جاتی ہے۔ یہ معاملہ اس اعتبار سے توجہ طلب ہے کہ یہاں سکالر کو بتانا پڑتا ہے کہ مقالے کو کتنے ابواب میں تقسیم کیا جائے گا، ان کی ترتیب کیا ہو گی، حجم اور سائز کیا ہو گا اور کس باب میں کیا مواد شامل کیا جائے گا۔ یہ گویا ابواب کی عنوان سازی سے قبل منتشر مواد کو قرینے سے مختلف حصوں میں بانٹنے کی سکیم ہے۔"(18)

12۔ تفصیلی ابواب بندی(DETAILED CHAPTERIZATION)

تفصیلی ابواب بندی تحقیقی مقالے کا ایک اہم جزو ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایک بہترین مقالے کی پیش کش کے لیے یہ ضروری ہے کہ خاکہ بناتے وقت ابواب بندی پر زیادہ سے زیادہ محنت کی جائے۔ تحقیقی مقالہ کی پیش کش کے وقت علمائے تحقیق نے مقالے کے اجزا کو بھی ابواب کی صورت میں پیش کیا ہے کہ فلاں جزو فلاں باب کا حصہ ہے وغیرہ۔ لیکن کچھ نے تحقیقی مقالہ کے اجزا کو ابواب کے بجائے حصوں میں پیش کیا ہے شاید ان حصوں سے ان کی مراد ابواب ہی ہوں گے۔ عبدالستار دلوی نے تحقیق مقالے کے اجزا کی پیش کش تین حصوں میں کیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ کون سا جزو کون سے حصے سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً: ابتدائی حصہ، خصوصی حصہ اور مقالے کا آخری حصہ وغیرہ۔ گیان چند نے بھی اس فہرست کو ہو بہو نقل کیا اور معمولی اختلافات کا ذکر بھی کیا۔ تاہم گیان چند کی کتاب "تحقیق کا فن" میں جو چوتھا باب انھوں نے خاکہ سے متعلق تحریر کیا اس میں وہ کہتے ہیں کہ ان مقالہ کی بہترین تسوید کے لیے ضروری ہے کہ اس کا خاکہ پہلے دماغ میں تیار کر لیا جائے۔ لیکن ایک جگہ وہ کسی دوسرے نقطے کی وضاحت کرتے ہوئے ابواب بندی کا بھی مختصر ذکر ضرور کرتے ہیں کہ سندی تحقیق میں ابواب بندی اس لیے بھی ضروری ہوتی ہے کہ مقالہ مکمل ہونے تک اس میں شعبے اور نگران کی طرف سے بہت سی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

"جدید رسمیاتِ "تحقیق میں عطش درانی نے ابواب بندی کی منطق کے عنوان سے ایک ذیلی سرخی میں ابواب بندی کی منطق پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ عطش درانی اسے تحقیقی خاکے کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ نثار احمد زبیری نے "تحقیق کے طریقے" میں ابواب کی پیش کش کو تحقیق مقالہ اور تحقیقی خاکہ دونوں کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ: "ایک اچھا محقق اپنے کام کے ابواب، کام شروع کرنے سے پہلے ہی طے کر لیتا ہے اور ایسا وہ اس وقت کر سکتا ہے جب تحقیق کا پورا نقشہ اس کے ذہن میں بالکل واضح ہو"(19)

قواعد تحقیق و تدوین میں شفیق انجم ابواب بندی کی ضمن میں لکھتے ہیں کہ: "ایک مربوط تحقیقی مقالہ ایک مربوط ابواب بندی کا رہینِ منت ہوتا ہے۔"(20)

مذکورہ بالا علمائے تحقیق کی آرا سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ تحقیقی خاکہ میں ابواب بندی بھی ایک ایسا جزو ہے جس کی موجودگی پر تمام علمائے تحقیق متفق ہیں۔ تاہم اس میں بھی اختلاف کی صورتیں موجود ہیں جیسے کہ اس جزو میں ابواب کی تعداد کیا ہوگی ابواب کے عنوان کیسے ہوں گے اور ذیلی عنوانات کی ترتیب

کیا ہو گی وغیرہ۔

13۔ کتابیات (Bibliography)

بنیادی اور ثانوی ماخذات یا کتابیات تحقیقی مقالے کے اجزا میں بنیادی اہمیت کے حامل سمجھے جاتے ہیں۔ جامعہ نمل (نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز۔ اسلام آباد) میں تحقیقی خاکے اور مقالے رائج شدہ اجزا میں ماخذات کو الگ الگ جزو کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ تاہم دیگر علمائے تحقیق کے ہاں یہی ایک اختلاف ہے کہ یہ دو الگ جزو ہیں یا ایک ہیں جزو کتابیات کے دو ذیلی اجزا۔ محقق اپنی تحقیق کو پختہ اور اغلاط سے پاک ثابت کرنے کے لیے دیگر ماخذات سے استفادہ کرتا ہے اور ان کو بطورِ حوالہ اپنے تحقیقی مقالے کے آخر میں درج کر دیتا ہے تاکہ اس کی تحقیق مستند سمجھی جائے۔ اس لیے اس جزو کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اردو کے ابتدائی ماخذ سے لے کر اب تک حوالہ درج کرنے کے طریقوں میں تو اختلاف کی گنجائش ہے تاہم حوالہ پیش کش پر کسی کو اعتراض نہیں۔ بلکہ اس کے بغیر ایک چست اور توانا تحقیق کا حتمی مراحل تک پہنچنا دشوار عمل ہے۔

مذکورہ بالا مباحث سے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ جامعہ نمل میں پیش کردہ تحقیقی خاکے اور تحقیقی مقالے کے اجزا جدید تقاضوں اور تحقیق کے سائنٹی فک اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض اجزا ایسے بھی ہیں جو تمام علمائے تحقیق کے ہاں موجود نہیں یا کم از کم تحقیق کی ابتدائی کتابوں میں موجود نہیں ہیں تاہم حال میں لکھی جانے والے تحقیق ماخذات میں ان پر مباحث موجود ہیں۔ ایک معیاری سندی تحقیقی مقالہ کے لیے مذکورہ اجزا مناسب اور مفید تر ہیں۔

حوالہ جات

1۔ عبدالستار دلوی، پروفیسر ، ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)،انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ممبئی، طبع دوم،2016ء، ص86

2۔ ایضاً ص86

3۔ گیان چند جین،ڈاکٹر، تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد، طبع اول،1994ء، ص:26

4۔ نثار احمد زبیری، پروفیسر، تحقیق کے طریقے،روشناس پرنٹر، دہلی،2016ء، ص:436 تا437

5۔ ش۔اختر،ڈاکٹر،موضوع کا انتخاب ،(مضمون)مشمولہ : اردو میں اصولِ تحقیق ،مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش،ورڈویژن پبلیشرز،اسلام آباد، طبع چہارم 2001ء، ص132 تا133

6۔ رفیع الدین ہاشمی،ڈاکٹر / زاہد منیر عامر،ڈاکٹر،مقالہ نگار:طریق کاراور ضوابط ،(مضمون)مشمولہ : تحقیق شناسی، مرتب رفاقت علی شاہد، آر، آر پرنٹرز،لاہور، طبع سوم2013ء، ص133

7۔ گیان چند جین،ڈاکٹر، تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد، طبع اول،1994ء، ص110

8۔ عطش درانی،ڈاکٹر،جدید رسمیاتِ تحقیق،اردو سائنس بورڈ،لاہور،2005، ص111

9۔ عبدالستار دلوی ، پروفیسر،ادبی ولسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)،انجمن اسلام اردو ری سرچ انسٹی ٹیوٹ، ممبئی، طبع دوم2016ء، ص89

10۔ گیان چند جین،ڈاکٹر، تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد، طبع اول،1994ء، ص110

11۔ عطش درانی،ڈاکٹر،جدید رسمیاتِ تحقیق،اردو سائنس بورڈ،لاہور،2005ء، ص104 تا105

12۔ عبدالستار دلوی، پروفیسر ، ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)،انجمن اسلام اردو ریسرچ اسٹی ٹیوٹ، ممبئی، طبع دوم،2016ء، ص88

13۔ عطش درانی،ڈاکٹر،جدید رسمیاتِ تحقیق،اردو سائنس بورڈ،لاہور،2005ء، ص91

14۔ نثار احمد زبیری، پروفیسر، تحقیق کے طریقے،روشناس پرنٹرس، دہلی،2016ء، ص443

15۔ ش۔اختر،ڈاکٹر،موضوع کا انتخاب ،(مضمون)مشمولہ : اردو میں اصولِ تحقیق ،مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش،ورڈویژن پبلیشرز،اسلام آباد، طبع چہارم 2001ء، ص133

16۔ شفیق انجم،ڈاکٹر، قواعدِ تحقیق و تدوین، پورب اکادمی،اسلام آباد،2015، ص50

17۔ عطش درانی،ڈاکٹر،جدید رسمیاتِ تحقیق،اردو سائنس بورڈ،لاہور،2005ء، ص127

18۔ شفیق انجم،ڈاکٹر، قواعدِ تحقیق و تدوین، پورب اکادمی،اسلام آباد،2015ء، ص52

19۔ نثار احمد زبیری، پروفیسر، تحقیق کے طریقے، روشناس پرنٹرس، دہلی، 2016ء، ص435
20۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، قواعدِ تحقیق و تدوین، پورب اکادمی، اسلام آباد، 2015ء، ص52

باب چہارم

ماڈل فارمیٹ / ماحصل

اردو تحقیقی ماخذات میں تحقیقی مقالے کے اجزا، مقالے کی پیش کش اور تنظیم وترتیب پر علمائے تحقیق کے ہاں مختلف مباحث ملتے ہیں اور ان مباحث میں اختلافات اور اشتراکات کی کئی ایک صورتیں موجود ہیں۔ زیرِ بحث موضوع بھی ایک ایسا اختلافی مسئلہ ہے جس میں موجود خلا کی وجہ سے تحقیقی عمل میں اسکالرز کو کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیوں کہ اردو تحقیقی ماخذات میں تحقیقی مقالے کے اجزا پر بھی ہر ایک محقق کے ہاں مختلف مباحث ملتے ہیں اور ان میں اختلافات کی کافی صورتیں موجود ہیں۔ کہیں ان اجزا کی تعداد میں اختلاف ہے اور کہیں ان اجزا کی ترتیب و تنظیم میں۔ بعض جگہوں پر ان اجزا کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔ ان اختلافات کی وجہ سے سندی تحقیق میں ایک نو آموز اسکالر کے لیے ہزار طرح کی دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کیوں کہ مختلف جامعات میں سند کے حصول کے لیے پیش کیے جانے والے مقالوں کا طریقۂ کار نہ صرف ایک دوسرے سے مختلف ہے بل کہ ایک ہی جامعہ کے مختلف شعبہ جات میں ڈگری کے حصول کے لیے جمع کرائے جانے والے مقالوں میں اچھا خاصا فرق ہوتا ہے۔

زیرِ بحث موضوع میں اردو کے تمام تحقیقی مصادر و منابع کا جائزہ اس لیے لیا گیا ہے تاکہ ایک خاص فارمیٹ کو ترتیب دے کر جدید اصولِ تحقیق کے عین مطابق تحقیقی مقالے کے ان اجزا کی طرف پیش رفت کی جائے جو کہ سائنٹی فک اور معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ جدید دور کے تمام تر تقاضوں کو بھی بروئے کار لا سکیں۔ موضوعِ زیر بحث میں جامعہ نمل (نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد) میں رائج شدہ تحقیقی مقالے کے اجزا کو مدِ نظر رکھ کر اردو میں موجود مصادر و منابع کی چھان بین کی گئی ہے تاکہ تحقیقی مقالے کے ان اجزا کا جائزہ لیا جا سکے جو اردو تحقیق کے مختلف ادوار میں ایک معیاری تحقیقی مقالہ کی پیش کش کے لیے ضروری ہیں۔

اس لیے زیرِ بحث مقالہ میں اردو تحقیق کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ قدیم دور (ابتدا سے 1980ء تک)، ابتدائی دور (1980ء سے 2000ء تک) اور جدید دور (2000ء سے تا حال)۔ ان ادوار کے ان تمام اہم ماخذات اور محققین کے بتائے گئے اجزا پر بحث کی گئی ہے۔

اردو تحقیق کے قدیم دور میں عبد الرزاق قریشی کی کتاب "مبادیاتِ تحقیق" اور پروفیسر کلب عابد کی

کتاب "عمادالتحقیق" کے پیش کردہ اجزا کی فہرستیں شامل کی گئی ہیں۔ مذکورہ محققین کے ہاں انتہائی سلیقہ مندی سے تحقیقی مقالے کے اجزا کی فہرست سازی کی گئی ہے اور اس بات کی وضاحت بھی کی گئی ہے کہ ایک معیاری تحقیقی مقالہ ترتیب و تنظیم کے وقت کون سے اجزا کا خیال رکھا جانا ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی اسی حصے میں اس دور کے ان ماخذات کا ذکر بھی شامل ہے جن میں تحقیقی مقالے کے اجزا کی پیش کش کو یا تو سرسری طور پر بیان کیا گیا یا اس طرف بالکل توجہ ہی نہیں کی گئی۔ تاہم مذکورہ دونوں کتب (مبادیاتِ تحقیق اور عماد التحقیق) زیرِ بحث موضوع سے متعلق اپنے زمانے کے تقاضوں کا احاطہ کرتی ہیں۔

اردو تحقیق کے ابتدائی دور میں عبد الستار دلوی کی کتاب "ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار)"، گیان چند جین کی کتاب "تحقیق کا فن"، سید جمیل احمد رضوی کی کتاب "لائبریری سائنس اور اصولِ تحقیق" اور ظفر الاسلام کی کتاب "اصولِ تحقیق (جدید ریسرچ اصول وضوابط)" وغیرہ کے مباحث شامل ہیں۔ جن میں زیرِ نظر موضوع پر انتہائی باریکی سے کام کیا گیا۔ مذکورہ بالا ماخذات میں تحقیقی مقالے کے اجزا اور پیش کش پر موجود مباحث کا تجزیہ کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ اس دور میں شامل ان ماخذات کا ذکر بھی کر دیا گیا جن میں تحقیقی مقالے کے اجزا پر کوئی مواد موجود نہیں۔ اردو تحقیق کے ابتدائی دور میں پیش کی جانے والی تحقیقی مقالے کی اجزا کی فہرستیں اور مقالے کی پیش کش اس دور کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔

جبکہ اردو کے تیسرے اور آخری جدید ماخذات میں عطش درانی کی کتاب "جدید رسمیاتِ تحقیق"، عبدالحمید خان عباسی کی کتاب "اصولِ تحقیق" اور نثار احمد زبیری کی کتاب "تحقیق کے طریقے" میں موجود تحقیق مقالے کے اجزا کے مباحث کا تجزیہ مع فہرست پیش کیا گیا ہے کہ کیا یہ اجزا جدید ادبی تحقیق اور دیگر سماجی علوم میں کارگر ثابت ہوتے ہیں یا نہیں کیا ان سے ایک معیاری تحقیقی مقالے کی پیش کش اور تنظیم کا کام لیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جامعاتی اور غیر جامعاتی ماڈل فارمیٹس کا تجزیہ بھی اس حصے میں شامل کیا گیا۔ جن میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا تیار کردہ ماڈل فارمیٹ "رہنمائے تحقیق"، شفیق انجم کا تیار کردہ ماڈل فارمیٹ "اردو رسمیاتِ مقالہ نگاری" اور معین الدین عقیل کا تیار کردہ ماڈل فارمیٹ "رسمیاتِ مقالہ نگاری (تحقیقی مقالہ نگاری کے جدید تر اور سائنٹی فک اصول)" وغیرہ کے بھی مباحث شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ان اس دور کے ان ماخذات کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے جن میں زیرِ بحث موضوع پر مواد موجود نہیں۔ جدید دور میں تحقیقی مقالہ کے اجزا پر وہ تمام تر اجزا موجود ہیں جو پہلے اور دوسرے دور کے مباحث میں موجود ہیں۔ ان تینوں ادوار کے مباحث اپنے اپنے زمانوں کے اعتبار سے انتہائی موزوں اور تحقیقی عمل کی پیش کش کے لیے قدرے

بہتر ہیں۔ تاہم ان میں کہیں اجزا کی ترتیب میں فرق ہے اور کہیں ان کی تعداد میں جبکہ بعض مقامات پہ ان کی نام بھی مختلف ہیں۔

اردو میں موجود تمام تحقیقی ماخذات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں موجود اختلافات اور اشتراکات صرف تحقیق کے مختلف ادوار میں وقت اور زمانے کی ضرورتوں کے مطابق فطری طور پر پیدا ہوئے۔ یہ کوئی ایک شعوری عمل نہیں بل کہ جوں جوں اردو تحقیق ترقی کی سیڑھیاں عبور کرتی رہی تب تب وقت کے ساتھ ہی اس میں تبدیلی اور اضافے کی گنجائش پیدا ہوتی گئی مثال کے طور پر اردو کے قدیم اور ابتدائی دور کے ماخذات میں موضوع کے تعارف کے ساتھ ہی موضوع کی اہمیت، مقصد اور جواز پیش کیا جاتا رہا لیکن جامعہ نمل (نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد) میں رائج شدہ تحقیقی خاکے کے اجزا میں ان تینوں اجزا کو الگ الگ پیش کیا جاتا ہے کیوں کہ ایک تجربہ کار محقق پہلے مطالعہ کرتا ہے اور بعد میں اپنی تحقیقی سمت کو متعین کرتا ہے جب کہ ایک نو آموز اسکالر جو ڈگری کے حصول کے لیے مقالہ پیش کرتا ہے اس کے لیے ان اجزا کو الگ الگ پیش کرنا ہی وقت کی ضرورت اور تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

اسی طرح جامعہ نمل (نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد) کے تحقیقی خاکے میں ایک اور جزو نظری دائرہ کار (Theoratical Frame work) بھی شامل ہے جس کا اردو کے قدیم و جدید کسی ماخذ میں ذکر موجود نہیں تاہم نثار احمد زبیری نے اسے اپنی کتاب "تحقیق کے طریقے" میں نظری اساس کے نام سے شامل کیا ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ کچھ برس پہلے تک ادبی تحقیقی مقالوں پر جو سندی تحقیق کے حصول کے لیے پیش کیے جاتے ہیں ان پر کسی تھیوری کا اطلاق نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان مقالہ جات کے موضوعات سیدھے سادے ہوتے تھے مثال کے طور پر: اردو غزل میں علامت نگاری، اردو مرثیے میں اساطیری رموز و علائم وغیرہ۔

اس کے علاوہ تحقیقی سوالات کو بھی تحقیقی اجزا میں شامل کرنے پر بعض محققین نے اختلاف کیا بلکہ اردو تحقیق کے قدیم اور ابتدائی دور میں تحقیقی مقالے کے رائج شدہ اجزا میں تحقیقی سوالات کا کوئی سراغ نہیں ملتا بل کہ گیان چند جین نے تو تحقیقی سوالات کا ذکر کرتے ہوئے یہ تک کہہ دیا کہ: "ادب میں کہاں مسئلہ اور سوالات ہوتے ہیں۔" تاہم تحقیقی سوالات کی موجودگی کے آثار اردو تحقیق کے تیسرے دور میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ عطش درانی نے تحقیقی سوالات کو انتہائی ٹھوس اور پختہ دلائل کے ساتھ تحقیقی مقالے کا اہم جزو قرار دیا۔

تحقیقی مقالے کا ایک اور جزو مختصر ابواب بندی ہے۔ جس پر کہیں کوئی بحث موجود نہیں تینوں ادوار میں پیش کیے جانے والے مباحث میں اگر کہیں ابواب بندی کی منطق کی بات کی گئی تو اسے مزید ذیلی اجزا میں منقسم نہیں گیا لیکن جامعہ نمل (نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد) میں رائج اجزا میں مختصر ابواب بندی اور تفصیلی ابواب بندی دو الگ الگ اجزا کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ مختصر ابواب بندی میں مختصر طور پر اپنے ابواب کی ترتیب و تنظیم کی وضاحت کر دی جاتی ہے تا کہ ممتحن اور قاری کو سہولت ہو کہ زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں کون کون سے مباحث موجود ہیں۔ تاہم شفیق انجم نے اپنی کتاب "قواعدِ تحقیق و تدوین" اس جزو کو موضوع کی تقسیم و ترتیب کے نام سے پیش کیا ہے جو کہ خود جامعہ نمل کے شعبۂ اردو سے وابستہ ہیں۔

اردو میں موجود تمام تحقیقی ماخذات میں جو مشترک اجزا ہیں۔ ان میں جامعہ نمل میں مذکورہ بالا اجزا (جن کو یا تو ان کو یکجا کر کے لکھ دیا گیا ہے یا ان کی وضاحت پر کوئی بحث موجود نہیں) کے علاوہ وہ تمام اجزا موجود ہیں جو جدید تحقیق کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ جن میں بیان مسئلہ، تحقیقی سوالات، نظری دائرہ کار، مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق، تحدید، پس منظری مطالعہ، ابواب بندی، بنیادی ماخذات اور ثانوی ماخذات وغیرہ شامل ہیں۔ دیگر جامعات کے مقابلے میں ایک تو جامعہ نمل میں رائج اجزا کی تعداد زیادہ ہے دوسرا جدید تحقیق کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اس میں وہ اجزا بھی شامل کیے گئے جن پر ابھی تک اردو میں موجود ماخذات پر بات نہیں کی گئی جن میں نظری دائرہ کار یا مختصر ابواب بندی وغیرہ شامل ہیں۔

اردو تحقیقی ماخذات میں تحقیقی خاکہ اور تحقیقی مقالہ کے اجزا کی ترتیب اور تنظیم پر الگ الگ بحث کی گئی ہے گو کہ ان میں موجود اجزا کی نوعیت ایک سی ہے لیکن تحقیقی خاکہ اور تحقیقی مقالہ کو الگ الگ پیش کیا گیا جبکہ زیرِ بحث مقالہ میں ان دونوں کو یکجا کر کے پیش کیا گیا ہے کیوں کہ جامعہ نمل (نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد) میں کچھ برس پہلے ہی تحقیقی خاکہ کو تحقیقی مقالہ کے ساتھ ہی لف کر کے پیش کیا جاتا ہے بل کہ اسے با قاعدہ تحقیقی مقالے کا حصہ قرار دے دیا گیا ہے۔

اگر ہم دیگر جامعات کے خاکہ سازی کے پیٹرن کو دیکھیں تو انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی میں تحقیقی خاکے کے رائج اجزا کی فہرست کچھ یوں ہے: تحقیق کا موضوع، تعارف و پس منظر، مقاصدِ تحقیق، سوالاتِ تحقیق، جواز و استدلال، حدود و تحدید، طریقۂ تحقیق، ضرورت و اہمیت، متعلقہ تحقیق کا جائزہ، مجوزہ ابواب بندی اور کتابیات وغیرہ۔ انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی میں تحقیقی خاکے کے لیے رائج اجزا کی تعداد 11 ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں تحقیقی مقالے کی پیش کش کے لیے جن اجزا کا ہونا ضروری ہے ان میں عنوان کا صفحہ ، اندرونی عنوان کا صفحہ ، نگران کا اجازت نامہ ، دیباچہ ، فہرست ابواب ، مقالے کی ابواب وار تفصیل، کتابیات اور ضمیمہ جات وغیرہ شامل ہیں۔ جب کہ تحقیقی خاکہ کی پیش کش کے لیے پہلا صفحہ (عنوانِ تحقیق اور خاکہ نگار کا نام)، تحقیق کے مقاصد، تحقیق کی ضرورت واہمیت، تحقیق کا طریقہ کار، مطالعہ ادب (پس منظری مطالعہ) زیرِ تحقیق موضوع سے پہلے تحقیق شدہ کام کی تفصیل، فہرست ابواب ، ابواب بندی کی تفصیل، تعریفات و مخففات کی وضاحت، مطالعہ شیڈول، فہرست ضمیمہ جات اور کتابیات مذکورہ بالا تمام اجزا کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جی۔ سی۔ یو پنجاب میں تحقیقی مقالے کی پیش کش کے لیے رائج شدہ اجزا کی تعداد انتہائی کم ہے۔ ان اجزا میں پیش لفظ، ابواب بندی، محاکمہ اور کتابیات وغیرہ شامل ہیں۔

نتائج

- تحقیقی مقالے کے اجزا کی تقرری کے لیے اردو منابع اور ماخذات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو تحقیق کے اوائل دور سے لے کر تا حال مقررہ اجزا کی تعداد اور ترتیب وقت اور موضوعاتِ تحقیق کے عین مطابق ہے۔
- مقالہ ہذا میں منقسم ادوار (ابتدا سے 1980ء تک، 1981ء سے 2000ء تک اور 2001ء سے تا حال) کے تحقیقی ماخذات میں موجود مواد عصری تحقیقی تقاضوں کے مطابق ہے۔ تاہم ان میں اختلافات اور اشتراکات کی کئی ایک صورتیں موجود ہیں۔ اور ان ادوار میں وقت اور ضرورت کے تحت تحقیقی مقالے کے اجزا میں کمی بیشی بھی موجود ہے۔
- اگر تحقیقی مقالے کے اجزا کی صورتوں کا مطالعہ کیا جائے تو اردو کے ابتدائی دور میں تحقیقی مقالے کے بعض اجزا کا ذکر سرے سے موجود ہی نہیں ہے جو فی زمانہ بہت اہم تصور کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر بیانِ مسئلہ، نظری دائرہ کار اور پس منظری مطالعہ وغیرہ۔ وہ اس لیے کہ اردو تحقیق کے ابتدائی دور میں تحقیق کا علاقہ ذرا محدود تھا۔
- اردو تحقیق کے دوسرے دور کی انتہائی اہم سمجھی جانے والی کتب تحقیق میں بھی تحقیقی مقالے کہ ایسے اہم اجزا کو فراموش کر دیا گیا جن پر جدید تحقیق کی اساس رکھی جاتی ہے مثال کے طور پر گیان چند جین تحقیقی

مقالے کے اجزا کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ادب میں کون سا مسئلہ اور کون سے سوال جب کہ تحقیقی مقالے کے اجزا میں تحقیقی سوالات اور بیان مسئلہ بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

- اسی طرح اردو تحقیق کے تیسرے دور میں بھی 2010ء تک کے ماخذات میں نظری دائرہ کار تحقیقی مقالے کے اجزا میں شامل نہیں ہے جب کہ یہ جزو بھی جدید تحقیق میں انتہائی اہم تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی صرف عطش درانی کے ہاں تحقیقی مقالہ کے جزو کہ طور پر شامل کیا گیا ہے۔
- تاہم ان تمام ادوار میں اختلافات اور اشتراکات کی صورتوں کے باوجود تحقیقی مقالے کہ وہ بنیادی اجزا بالکل ایک جیسے ہیں جن پر کسی بھی تحقیقی مقالے کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔
- لیکن فی زمانہ جامعاتی سطح کی جانے والی تحقیقی میں تحقیقی مقالے کے اجزا کی ترتیب اور تعداد ایک دوسرے سے مختلف ہے اور یہ ترتیب ایک ہی جامعہ میں لکھے جانے والے مقالے جو کسی دوسرے شعبے میں ڈگری کے حصول کے لیے جمع کرائے جاتے ہیں وہ بھی ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتے اس لیے مقالے میں ان تمام نکات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اگر ذیل میں دیے گئے ماڈل فارمیٹ کو مدِ نظر رکھ کر تحقیقی مقالہ کو تحریر کیا جائے تو ایک معیاری تحقیقی مقالہ ترتیب دیا جاسکتا ہے۔ اور یہ فارمیٹ اردو کے علاوہ دیگر سماجی علوم میں بھی کار گر ثابت ہو گا۔
- تحقیقی مقالے کے اجزا پر مختلف ماخذات اور جامعاتی اور غیر جامعاتی ماڈل فارمیٹس کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تحقیقی مقالے کے تین حصے ہوتے ہیں۔ جن میں پہلا حصہ ابتدائی مواد پر مشتمل ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ رپورٹ کے متن (اصل مقالہ) سے متعلق ہے جب کہ تیسرا حصہ حوالہ جاتی مواد پر مشتمل ہے۔ ذیل میں ان اجزا کی فہرست پیش کی جارہی ہے جن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک معیاری تحقیقی مقالے کی طرف پیش رفت کی جاسکتی ہے۔

1۔ پہلا حصہ: ابتدائی مواد

- عنوان کا صفحہ
- پشتہ (Spine)
- منظور شدہ خاکہ
- پیش لفظ اور اظہارِ تشکر
- انتساب (اگر کوئی لکھنا چاہے)

- فہرستِ اشکال و تصاویر

2۔ دوسرا حصہ: رپورٹ کا متن

- موضوع کا تعارف
- مسئلے کا بیان
- مقاصدِ تحقیق
- مفروضہ یا تحقیقی سوالات
- نظری دائرہ کار
- تحقیقی طریقہ کار
- مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق
- تحدید
- پس منظری مطالعہ
- تحقیق کی اہمیت
- ابواب بندی کی منطق (مختصر و تفصیلی ابواب بندی)
- ماخوذ نتائج
- اصطلاحات کی وضاحت

3۔ تیسرا اور آخری حصہ: حوالہ جاتی مواد

- کتابیات (بنیادی و ثانوی ماخذات)
- ضمیمہ (اگر کوئی ہے)
- اشاریہ (اگر کوئی ہے)
- مختصر خود نوشت، سوانحی حالات

مذکورہ بالا فہرست میں پیش کیے جانے والے تحقیقی مقالے کے اجزا وہ اجزا ہیں جو سندی تحقیق میں پیش کیے جانے والے تحقیقی مقالے کی صحت کے ضامن ہیں۔ اور اس فہرست میں موجود تحقیقی مقالے کے اجزا کو سامنے رکھ کر ایک معیاری اور سائنٹی فک اصولوں کے تحت تحقیقی مقالے کی تنظیم و ترتیب کی بنیاد رکھنی چاہیے۔ پیش کردہ اجزا کی فہرست اردو تحقیق میں موجود اور دستیاب ماخذات کے مطالعے کے بعد پیش کی گئی

ہے جس میں اردو تحقیق کے تینوں ادوار کا بغور مطالعہ کیا گیا۔ جس میں ہر دور کی معروف و غیر معروف کتب، محققین اور دیگر جامعاتی اور غیر جامعاتی ماڈل فارمیٹس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

سفارشات

تحقیقی عمل کے دوران جو سفارشات سامنے آئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ سندی تحقیق میں ڈگری کے حصول کے لیے لکھے جانے والے تحقیقی مقالے کے اجزا کی ترتیب و تنظیم کو جدید تقاضوں کے مطابق از سرِ نو تشکیل دینا چاہیے۔

2۔ جامعاتی اور غیر جامعاتی سطح پر پیش کیے جانے والے تحقیقی مقالہ جات کو ایک ہی فارمیٹ میں لکھا جانا چاہیے۔

3۔ ایک نو آموز اسکالر کو تحقیقی مقالے کی پیش کش میں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے حکومتی سطح پر ایک ایسا لائحہ عمل تیار کیا جائے جو ہر سطح کے محقق کے لیے موزوں اور معاون ہو۔

4۔ تحقیقی مقالے کے معیاری اجزا کے تعین کے لیے ایم۔ ایل۔ اے (اسٹائل شیٹ) سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

کتابیات

بنیادی مآخذ(WORKING BIBLOGRAPHY)

افتخار احمد خان،ڈاکٹر،اصولِ تحقیق، شع بکس بیسمنٹ چیمہ کلینک کارنر ایگل روڈ، بیرو بھوانہ بازار، فیصل آباد

جمیل احمد رضوی، سید، لائبریری سائنس اور اصولِ تحقیق، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم 1995

ظفرالاسلام،ڈاکٹر،اصولِ تحقیق (جدید ریسرچ کے اصول وضوابط)، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ عرب اسٹڈیز، نئی دہلی،1198ء

عبدالحمید خان عباسی،اصولِ تحقیق، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد،2015ء

عبدالرزاق قریشی،مبادیاتِ تحقیق،خان بک کمپنی دکان نمبر43کمپیوٹر سنٹر9۔کورٹ اسٹریٹ ٹوٹر مال لاہور

عبدالستار دلوی، پروفیسر،ادبی اور لسانی تحقیق اور تقابلی ادب (اصول اور طریق کار) ، انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ، انجمن اسلام کمپلیکس، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، مارچ2016ء

عطش درانی،ڈاکٹر،جدید رسمیاتِ تحقیق ، اردو سائنس بورڈ، لاہور،2005ء

کلبِ عابد، پروفیسر، عمادالتحقیق، فیکلٹی آف تھیالوجی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ،1978ء

گیان چند جین،ڈاکٹر،تحقیق کا فن ، پورب اکادمی، اسلام آباد،2010ء

نثار احمد زبیری، پروفیسر،تحقیق کے طریقے ، روشناس پرنٹرس، دہلی،2016ء

ثانوی مآخذ(SECONDARY SOURCES)

ابن کنول، پروفیسر،تحقیق و تدوین، مرتب، کتابی دنیا، دہلی،2006

اعجاز راہی، روداد سیمینار :اصول تحقیق، مرتبہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد،1986

تنویر احمد علوی،اصول تحقیق و ترتیب متن، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی،1994

رفیع الدین ہاشمی،ڈاکٹر/زاہد منیر عامر،ڈاکٹر،مقالہ نگاری:طریقِ کار اور ضوابط، (مضمون) مشمولہ: تحقیق شناسی ، رفاقت علی شاہد،(مرتب)، القمر انٹرپرائزر، لاہور،2013ء،

رہنمائے تحقیق(مقالے کی تسوید و پیش کش)، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، شعبۂ اردو،2006ء

سلطانہ بخش، اردو میں اصول تحقیق ، منتخب مقالات، اردو اکادمی، لاہور، اشاعت دوم،2012ء

شفیق احمد خان، پروفیسر، پیش لفظ،اصولِ تحقیق (جدید رسرچ کے اصول وضوابط)، ظفرالاسلام ،ڈاکٹر، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ عرب اسٹڈیز، نئی دہلی،1998ء،

شفیق انجم،ڈاکٹر،قواعدِ تحقیق و تدوین ،پورب اکادمی،اسلام آباد،2015ء

شفیق انجم،ڈاکٹر،رسمیاتِ مقالہ نگاری ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز،اسلام آباد،2011ء

عطش درانی،ڈاکٹر،لسانی و ادبی تحقیق و تدوین ، نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،2016ء

مالک رام،اردو میں تحقیق،مشمولہ آل انڈیا اوریئنٹل کانفرنس، علی گڑھ، س،ن

محمد ہاشم،سید،تحقیق و تدوین،مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، علی،1978

محمد موصوف احمد،ڈاکٹر،تحقیق و تدوین: سمت و رفتار، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، علی گڑھ،2010

نذیر احمد، پروفیسر،تصحیح و تحقیق متن،ادارہ یادگار غالب، کراچی،2000

رسائل

معین الدین عقیل،ڈاکٹر،رسمیاتِ مقالہ نگاری،(مضمون) مشمولہ:دریافت تحقیقی مجلہ نمبر6، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز،اسلام آباد، س۔

ENGLISH BOOKS

R.B Mckerrow, “Form and Metter “ in the publications of Research in George waston , The literary thesis ,

F.W Bateson , The Scholar Critic ,London 1972